عبدالرشید

ایک کم یاب قصے ''فریب النسا'' کا متن

قصۂ رمن شاہ ورانی بچتر کنور وچھبلیا بھٹیاری موسومہ 'فریب النسا' (۱۸۷۰ء) از لالہ خدا بخش المتخلص بہ غریبؔ، اردو میں ایک معروف قصہ رہا ہے۔ فرانسیس پریچٹ نے اس قصے کی کئی اشاعتوں کا حوالہ دیا ہے جس کی تفصیل راقم کے مضمون[۱] میں دیکھی جاسکتی ہے۔ اس قصے کا آغاز حمد ونعت سے ہوتا ہے۔ ''سببِ تالیف کتاب وعرض بخدمت اہلِ سخن'' کے ذیل میں لکھا ہے:

سنیں اہل دانش یہاں سے بیاں کہ کرتا ہوں حالِ طبیعت عیاں
چھپا جب کہ اردو میں سورج پُران ترقی دہِ مذہبِ ہندوان
کہا دوستوں نے کہ سن اے غریبؔ کتھا نظم کی خوب تو نے عجیب
مگر ہندوؤں کے وہ ہے کام کی لگے غیر مذہب کا کس طرح جی
مناسب ہے اب تُو کوئی داستاں کرے نظم جس سے ہوں سب شادماں
کیا عذر میں نے کہ اے مہرباں مجھے فکرِ دنیا سے فرصت کہاں
وہ بولے تکلف کو کر دل سے دور چھبلیا کے قصے کو کچھ لکھ ضرور
کہ ہندی زباں میں وہ ہے داستاں کرو نظمِ اردو میں اس کا بیاں
غرض جب یہ ارشاد ان کا ہوا تو ناچار منظور میں نے کیا
منگا کر اسی وقت ان سے کتاب کیا میں نے اردو میں سب انتخاب

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اس قصے کے طبع ہونے سے پہلے غریبؔ کی 'مذہبِ ہندوان' میں

''سورج پُران'' نامی کتاب چھپ چکی تھی۔ یہ قصہ پہلے ہندی میں موجود تھا اور غریبؔ نے اسے اپنے دوستوں کی فرمائش پر اردو میں نظم کیا۔

قصہ فریب النسا کے کل صفحات ۲۸ ہیں۔ یہ قصہ مطبعِ ثمرِ ہند، لکھنؤ[۲] سے چھپا تھا۔ متن میں بین السطور خفی قلم سے کچھ الفاظ کے معانی مثلاً 'دوتیاں' بمعنی 'کُٹنیاں' اور 'بھوڑ' بمعنی 'خیرات' درج ہیں اور ہندوؤں کی شادی بیاہ کی رسوم کے تحت ''رسوماتِ ہندوان'' لکھا ہوا ہے۔ یہاں متن میں بعض صریح اغلاط کی تصحیح کردی گئی ہے اور اصل متن جدید املا کے مطابق پیش کیا جارہا ہے۔ متن کے آخر میں کچھ نامانوس الفاظ کے معانی دے دیے گئے ہیں۔

لالہ خدا بخش غریبؔ کے بارے میں عطاء اللہ پالوی نے خواجہ عبدالرؤف عشرت کی کتاب ''ہندو شعرا'' کے حوالے سے لکھا ہے:

''صاحب 'ہندو شعرا' نے فرمایا ہے کہ غریب کا اصل نام تاج بہادر تھا۔ البتہ مشہور خدا بخش کے نام سے تھے۔ اس خاندان کے بعض لوگوں کا نام مسلمانوں کا سا تھا۔ صاحب 'ہندو شعرا' نے ان کا ذکر یوں کیا ہے:

''تاج بہادر عرف لالہ خدا بخش خلف منشی عالم چند صاحب عرف لالہ حسین بخش، ابن لالہ اجودھیا پرشاد صاحب بن دیبی پرشاد صاحب دہلوی، ساکن لکھنؤ، محلّہ تمباکو منڈی۔ پہلے مطبعِ ثمرِ ہند میں منیجر تھے۔ مصلح سنگی، کاپی نویسی میں دخل رکھتے تھے۔ پھر اپنا مطبع کیا[۳] اور محلّہ چوپٹیاں میں سکونت اختیار کی۔ ہمیشہ عشرۂ محرم میں تعزیہ رکھتے تھے۔ مختلف شعبدات لوگوں کی دل چسپی کے لیے دکھاتے تھے جیسے لالوں کا لڑنا، فوارے کا چھوٹنا اور سبیل بھی رکھتے تھے۔ ۱۳۰۹ھ/۱۸۹۱ء میں تخمیناً ۷۰ برس کی عمر میں انتقال کیا۔

صاحبِ ''اردو مثنوی شمالی ہند میں'' نے بتایا ہے کہ غریبؔ نے دو مثنویاں لکھی تھیں۔ ایک 'سورج پُران' یہ مثنوی چھپ گئی تھی۔ دوسری مثنوی 'فریب النساء' تھی جو ۱۲۸۵ھ/۱۸۶۸ء کی تصنیف تھی اور ۱۲۸۷ھ/۱۸۷۰ء میں شائع ہوئی تھی۔ اس مثنوی میں غریبؔ نے چھبلیا بھٹیاری کا قصہ نظم کیا ہے۔ انھوں نے نمونے میں صرف یہ شعر پیش کیا ہے:

کروں کیا میں حمدِ خدائے جہاں
دہانِ قلم ہے یہاں بے زباں[۴]

یہ قصہ کم یاب ہے اسی لیے یہاں مکمل متن پیش کیا جا رہا ہے۔

حواشی

۱۔ قصہ چھبیلی بھٹیاری (منثور)، مرتبہ عبدالرشید، مشمولہ سہ ماہی اردو ادب، دہلی، جولائی۔ستمبر ۲۰۱۵ء۔

۲۔ مطبع ثمرِ ہند، لکھنؤ کے بارے میں نادر علی خاں کی کتاب ہندوستانی پریس سے معلوم ہوتا ہے:

مطبع ثمرِ ہند، لکھنؤ: محلّہ سرائے معالی خاں، مالک پنڈت بیج ناتھ مہتمم درگا پرشاد، پریس مین رجن لال، کاتب کنور چندی سہائے، اجرائے ۱۸۶۹ء۔ آزاد لائبریری میں ۱۸۷۰ء اور ۱۲۶۳ھ مطابق ۱۸۷۶ء کی مطبوعات محفوظ ہیں۔ پنڈت موصوف نے ۱۸۵۶ء میں پہلی بار مطبع قائم کیا تھا اور اخبار سحرِ سامری کے نام سے ایک ہفتہ وار اردو اخبار بھی جاری کیا تھا۔ ۱۸۵۷ء کے زلزلہ خیز حالات میں دونوں ہی جاری نہ رہ سکے، بالآخر سنہ مذکور میں دوبارہ مطبع جاری کیا۔ مطبع ثمرِ ہند اور مطبع بیج ناتھ دونوں ناموں سے کتابیں دستیاب ہیں۔ ملاحظہ ہو: ہندوستانی پریس: ۱۵۵۶ء تا ۱۹۰۰ء، لکھنؤ، اتر پردیش اردو اکادمی، ۱۹۹۰ء، ص ۳۳۱)

۳۔ نادر علی خاں کی کتاب کے مطابق: ''مطبع تاج المطابع: محلّہ تمبا کو منڈی قریب چوپٹیاں، مالک منشی تاج بہادر عرف لالہ خدا بخش، اجرائے یک جون ۱۸۸۳ء۔'' (ہندوستانی پریس، ص ۳۳۹)

۴۔ بحوالہ عطاء اللہ پالوی (تلخیص: مخمور سعیدی)، اردو کے ہندو مثنوی نگار، (دہلی: ساہتیہ اکادمی، ۲۰۱۲ء)، ص ۶۰۔۱۵۹۔

مآخذ

۱۔ پالوی، عطاء اللہ، (تلخیص مخمور سعیدی)، اردو کے ہندو مثنوی نگار، دہلی: ساہتیہ اکادمی، ۲۰۱۲ء ص ۶۰۔۱۵۹۔

۲۔ خان، نادر علی، ہندوستانی پریس: ۱۵۵۶ء تا ۱۹۰۰ء، لکھنؤ: اتر پردیش اردو اکادمی، ۱۹۹۰ء، ص ۳۳۱

۳۔ عبدالرشید (مرتب)، قصہ چھبیلی بھٹیاری (منثور)، مشمولہ سہ ماہی اردو ادب، دہلی، جولائی۔ ستمبر ۲۰۱۵ء۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

کروں کیا میں حمدِ خدائے جہاں — دہانِ قلم ہے یہاں بے زباں
لکھوں اُس کا کس طرح اوصافِ پاک — کہ وہ نور ہے میں ہوں یک مشتِ خاک
کوئی چیز ایسی جہاں میں نہیں — کہ بے نور اس کے ہو پیدا کہیں
اُسی سے منور ہیں شمس و قمر — وہی دونوں عالم میں ہے جلوہ گر
وہ الحق کہ ایسا ہے ابرِ کرم — تر و تازہ ہے جس سے شاخِ قلم
سرِ رحم آئے تو بے اشتباہ — گدا کو کرے دم میں وہ بادشاہ
ہوا جب کہ یوناں پہ وہ خشمگیں — ہوئی وقفِ سیلاب وہ سرزمیں
نہیں اُس کا ثانی کوئی دوسرا — کریم و رحیم اور اہلِ وفا
نہ ظالم نہ مظلوم پر منحصر — اُسے فکر سب کی ہے مدِّنظر
جسے چاہے دوزخ میں دیوے وہ جا — وہ ہے مالکِ ملک ہر دو سرا
ولیکن یہ لازم ہے ہر شخص کو — رگ و پے میں اُس کی کرے جستجو
کرے دل سے اُس کی شب و روز یاد — بشر کو ہے واجب بصد اعتقاد
پھر آخر کو اُس کو ہے سب اختیار — کرے گا مدد وہ ہی روزِ شمار

نعتِ حضرت رسالت پناہ وہدایت بہ خلق اللہ بہ پابندیٔ مذہبِ خود ہا

زبانِ قلم ہو رواں گر ذرا — تو کچھ لکّھوں وصفِ نبی الورا
نبی کون یعنی امام الہدیٰ — جہاں میں ہیں وہ خاتم الانبیا
وہ مقبولِ درگاہِ ربِّ کریم — کہ اسلام کا ہے وہ درِّ یتیم
شرف اُس کو اللہ نے یہ دیا — جسے چاہے بخشائے روزِ جزا

نبوّت ہوئی ختم اُن پر تمام
کہ ہیں اشرف النّاس خیرالانام

اور اُن کے سوا جو ہیں شیرِ خدا
جنھیں لوگ کہتے ہیں مشکل کشا

اُنھیں کے ہیں دونوں یہ دو نورِ عین
لقب جن کا ہے یاں حسن اور حسین

یہ ہیں سرورِ حاکمِ اہلِ دین
صل اللہ علیہ آلہٖ اجمعین

رہے اُن کا دامان پکڑ ے ہوئے
مراد اُس کی اللہ پوری کرے

اور اُس کے سوا اہلِ مذہب ہیں جو
کریں دل نشیں میری اس بات کو

شریعت پر اپنی وہ قائم رہیں
نہ بد اپنے منھ سے کسی کو کہیں

اُسی کو رہیں دل سے وہ مانتے
جسے پیشوا اپنا ہوں جانتے

چمن میں نمایاں ہزاروں ہیں گل
اُسی نے بنایا ہے سب جز و کُل

اُسی کا ہے عالم میں نقش و نگار
اُسی کے ہے قبضے میں لیل و نہار

اگر اُس کو منظور ہوتا یہی
کہ ہوں ایک مذہب کے پیدا سبھی

تو کرتا وہ اول سے اُس کا شمار
نہ تھا اُس کو حاصل یہ کیا اختیار

مگر عقل کا ہے یہ سب تفرقا
کہ اپنا تو اچھا، بُرا دوسرا

سببِ تالیف کتاب وعرض بخدمت اہلِ سخن

غریبؔ سخن سنج کو ساقیا
شرابِ معانی کا ساغر پلا

کہ پینے سے اُس کے ہو حاصل سرور
نہاں حالِ دل کا کروں کچھ ظہور

سنیں اہلِ دانش یہاں سے بیاں
کہ کرتا ہوں حالِ طبیعت عیاں

چھَپا جب کہ اردو میں سورج پُران
ترقی دہِ مذہبِ ہندوان

کہا دوستوں نے کہ سن اے غریبؔ
کتھا نظم کی خوب تو نے عجیب

مگر ہندوؤں کے وہ ہے کام کی
لگے غیر مذہب کا کس طرح جی

مناسب ہے اب تُو کوئی داستاں
کرے نظم جس سے ہوں سب شادماں

کیا عذر میں نے کہ اے مہرباں
مجھے فکرِ دنیا سے فرصت کہاں

وہ بولے تکلف کو کر دل سے دور
چھبلیا کے قصے کو کچھ لکھ ضرور

کہ ہندی زباں میں وہ ہے داستاں
کرو نظمِ اردو میں اُس کا بیاں

غرض جب یہ ارشاد اُن کا ہوا
تو ناچار منظور میں نے کیا

منگا کر اسی وقت اُن سے کتاب
کیا میں نے اردو میں سب انتخاب

ہے اہلِ سخن سے یہ اب التجا
کہ دیکھیں اگر میری اس میں خطا

براہِ عنایت کرم یہ کریں
جہاں رہ گیا کچھ ہو اصلاح دیں

مگر عیب میں جو کہ مشہور ہیں
وہ جو چاہیں اپنی زباں سے کہیں

نہیں ان کے کہنے کا مجھ کو الم
بدی پر ہے جس کی نظر دم بدم

اسی سے وہ دنیا میں ہیں روسیاہ
اِسی سے ہے بیڑا انھوں کا تباہ

غریبؔ اب سوئے داستاں کر نظر
جہاں تک ہو قصّے کو کر مختصر

دعا خواہ ہو دل سے اے کردگار
کسی کا نہ دنیا میں ہوں شرمسار

نہالِ سخن بارور ہو مرا
تری ابرِ رحمت سے اے کبریا

ہوائے خزاں سے نہ پہنچے گزند
جہاں میں رہے تا ابد ارجمند

آغازِ داستاں، چارنگہ ہونا بادشاہ کا خاکروب سے اورمنھ پھیر لینا اُس کا جانبِ بادشاہ سے بسبب نہ ہونے اولاد کے اور فقیر ہونا بادشاہ کا اُس غم میں

پلا مجھ کو ساقی مئے لالہ رنگ
کہ دل ہے خمارِ جدائی سے تنگ

مگرمے وہ ہو جس کے نشّے میں آ
کروں سیر میں شہرِ دہلی کی جا

لکھی اِس طرح اُس نے یہ داستاں
جو ہندی میں ہے کر گیا یہ بیاں

کہ تھا شہرِ دہلی میں اک تاجدار
رعیّت نواز اور عالی وقار

ہنر مند، ذی فہم اور نیک نام / زمیں پر وہ تھا مثلِ ماہِ تمام
سکندر تھا مشہور عالم میں نام / نظر عدل و انصاف پر تھی مدام
زر و ملک، لشکر سے تھا باغ باغ / مگر دل پہ رکھتا تھا لڑکے کا داغ
دمِ صبح اک روز شاہِ جہاں / محل سے نکل کر بصد عز و شاں
سرِ راہ کمرے میں کرسی بچھا / ہوا جلوہ گر اس پہ فرمانروا
قضا را کہیں اُس طرف کو گذر / ہوا ایک مہتر کا اُس وقت پر
دوچار آ کے شاہِ جہاں سے ہوا / پھرا منھ کو اور اُس نے تیوری چڑھا
ہوا کی طرح بس ہوا تیز گام / بجا لایا شہ کو نہ مجرا سلام
شہنشہ نے دیکھا جو یہ ماجرا / مشوّش ہوا اور حیراں رہا
کہا دل سے اے مونسِ غم گسار / ہوا مجھ سے غمگیں یہ کیوں نابکار
سحر کو جو منھ میرا دیکھے بشر / تو حاصل اُسے ہووے لعل و گہر
سو یہ دیکھ کر مجھ کو غمگیں ہوا / سبب اس کا اے دل مجھے دے بتا
تردّد میں اِس کے تھا شاہِ جہاں / کہ دھیان آیا اولاد کا ناگہاں
کہا بس ہوا مدّعا اب حصول / بجا اُس کا ہونا ہے مجھ سے ملول
بھلا کس طرح سے پڑے اُس کو چین / نہ ہو جس کے آگے کوئی نورِ عین
چلا نام دادا کا تو باپ سے / رہا باپ کا نام بس آپ سے
اب آگے نہیں ہے کوئی جانشیں / مری عمر یہ جاودانی نہیں
بس اب گوشۂ عافیت لیجیے / خیالِ عدم دل میں کچھ کیجیے
سمجھ کر کے یہ دل میں شاہِ جہاں / چلا جانبِ قصر، گریہ کناں
لباسِ شہی تن سے ڈالا اتار / پہن ایک کفنی چلا دل فگار
فقیرانہ سر پہ رکھا اُس نے تاج / چلا گھر سے وہ چھوڑ کر اپنا راج
نظارہ جو محلات نے یہ کیا / لگیں عرض کرنے کہ اے مہ لقا

لباسِ فقیرانہ تن پر سجا / یہ آیا مزاجِ مبارک میں کیا
وہ بولا کہ اے مونس و مہرباں / کروں تم سے کیا حال اپنا بیاں
کرو تم نہ اس بات کا کچھ خیال / بتانے کے لائق نہیں اپنا حال
یہ کہہ کر محل سے وہ باہر ہوا / کوئی رازِ دل سے نہ ماہر ہوا
محل میں ہوا شورِ ماتم بپا / کہ یارب یہ کیسا ہوا ماجرا
غرض اُس طرح جب برآمد ہوا / تو رخ سے امیروں کے رنگ اڑ گیا
چلا جانبِ دشت کو جب وہ شاہ / امیر اُس کے ہمرہ چلے بھرتے آہ
رواں آگے آگے وہ تھا نامدار / پسِ پشت جاتے تھے سب دل فگار
غرض تھے جو حاضر امیر و وزیر / ہوئے دفعتاً دامِ غم میں اسیر
رہے شاہ کے ساتھ دو کوس تک / گئے پاؤں آخر کو چلنے سے تھک
تب آپس میں ہونے لگا مشورہ / کہ دستورِ اعظم سے کہیے ذرا
کریں ہمرہی شاہ کی تا کجا / کھُلے اِس فقیری کا کچھ ماجرا
غرض مشورہ جب یہ باہم ہوا / تو دستورِ اعظم سے سب نے کہا
یہ سن کر وزیرِ دل افگار نے / کیا عرض خدمت میں جا شاہ سے
کہ ہمراہیوں کی ہے یہ التجا / درِ فکر ہو جاں نثاروں پہ وا
کہا اِس کی تم کچھ نہ پرسش کرو / نہ ہمراہ مجھ خستہ دل کے رہو
مناسب تو یہ ہے کہ اے باوفا / تو اِن سب کو لے کر کے گھر لوٹ جا
ہوا جب یہ حکمِ شہِ نامدار / تو بولا وہ دستور سب سے پکار
نہ جائے کوئی شہ کے ہمراہ اب / مناسب ہے گھر کو چلیں پھر کے سب
سنی جاں نثاروں نے جب یہ صدا / تو ناچار سب رک گئے ایک جا
پھر آخر کو وہ غول گھر کو پھرا / مگر ساتھ دستور شہ کے رہا
گیا جب کہ کچھ دور وہ اُس کے ساتھ / تو شہ نے کہا اُس سے مل مل کے ہاتھ

نہ چل میرے ہمراہ تو اے وزیر   نہ ہو فکر کے دام میں تو اسیر
یہ سنتے ہی دستور نے ہاتھ جوڑ   کہا جاؤں میں کس طرح منھ کو موڑ
حضوری میں آرام پایا مدام   چلا جائے کس طرح سے اب غلام
ہوئے ہیں شہنشاہِ عالم فقیر   کرے گا غلامی یہ کس کی وزیر
کہا شاہ نے تجھ کو حاصل ہے کیا   بر آئے گا اس میں نہ کچھ مدعا
کہا یوں چلا جاؤں میں گھر کو جو   تو پھر ملک و لشکر کا کیا حال ہو
کہا جا کے کر ملک کا انتظام   اطاعت کریں گے تری خاص و عام
دعا کر یہ دل سے کہ پرور دگار   شتابی ہو شہ کا سر انجام کار
ہوا حکم جب یہ تو تسلیم کر   حضوری سے راہی ہوا اپنے گھر
یہاں آ کے سب کو دلاسا دیا   بدستور سب کام سب سے لیا

داستان ٹھہرنا بادشاہ کا ایک درخت کے سائے میں اور ملاقات ہونا فقیر سے اور واپس آنا شاہ کا شہر کو بموجب ہدایت اس کی

مری عرض ساقی تو یہ کر قبول   پلا جلد فصلِ بہاری میں پھول
کہ اب دن خزاں کے گئے ہیں گذر   گلستاں میں ہے جوشِ گلہائے تر
وہ مے دے کہ جو غم تراشی کرے   الم دور ہو اور خوشی دل کو دے
لکھی اس طرح سے ہے اب داستاں   کہ دستور پھر کر جب آیا یہاں
تو شاہِ جہاں دور تک کچھ گیا   مگر دھوپ سے دل پریشاں ہوا
جو دیکھا تو اک ٹیلہ آیا نظر   لگا اس پہ دیکھا وہاں اک شجر
کیا شہ نے اس جا پہ اپنا مقام   نظر کی بدن پر تو دیکھا تمام
سراپا بدن ہے پسینے سے تر   تو رونے لگا دل میں کچھ سوچ کر
لگا آہ کرنے کہ بارِ الٰہ   کیا غم نے لڑکے کے مجھ کو تباہ

ہوا دل جو شاہِ جہاں کا ملول   تو فوراً خدا نے دعا کی قبول
یکا یک ہوا ایک وارد فقیر   کہا کس کی الفت میں تو ہے اسیر
شہنشہ نے دیکھا اسے اور سنا   ولیکن نہ پاسُخ اُسے کچھ دیا
دوبارہ وہ بولا کہ اے نامدار   تو ہے اِس قدر کس لیے بے قرار
یہ سن کر شہنشہ نے غصہ میں آ   کہا دل میں جو ہے تُو کر دے گا کیا؟
وہ بولا کہ از حکمِ پروردگار   دعا پر فقیروں کا ہے اختیار
سنا جب یہ شہ نے تو حیرت میں آ   بیاں حالِ دل اپنا سارا کیا
کہ ہوں میں شہنشاہ اس ملک کا   خدا نے مجھے مال و زر سب دیا
فقط ایک اولاد کا ہے الم   یہی سوچ ہے اور اسی کا ہے غم
وہ بولا اگر ہے تجھے یہ الم   خداوندِ عالم کرے گا کرم
سُوے خانہ اب یاں سے تُو پھر کے جا   بر آئے گا دل کا ترے مدّعا
سنا جب کہ درویش کا یہ کلام   تو شہ نے کیا اس کو جھک کر سلام
وہاں سے مکاں کو وہ اپنے پِھرا   یہاں آ کے داخل محل میں ہوا
خوشی واں دوبارہ ہوئی آشکار   محل میں ہوئی اور ہی کچھ بہار
گلے سے شہنشہ نے کفنی اتار   کیا زیبِ سر تاجِ زرّیں نگار
تصدّق زر و مال ہونے لگا   غم و درد ہر ایک کھونے لگا
ہوئی مشتہر جا بجا یہ خبر   کہ داخل محل میں ہوا تاجور
عجب خُرّمی کا سماں بندھ گیا   کوئی ناچنے کوئی گانے لگا
خوشی کی جو تھی دل نشیں شہ کی بات   لگا عیش کرنے وہ فرّخ صفات
سحرگاہ اس نے کیا بارِ عام   لیے نذر حاضر ہوئے خاص و عام
شہنشہ نے سب کو بصد امتیاز   دیا خلعت و زر، کیا سرفراز
غرض پھر خوشی سے وہ شاہِ جہاں   بدستور کرنے لگا عیش واں

تولّد ہونا شاہزادہ کا و سامانِ جشنِ چھٹی

مئے ارغوانی سے بھر کر کے جام پلا جلد اے ساقیِ لالہ فام
کہ ایامِ غم سب گئے ہیں گذر ترقی پہ آئے ہیں شمس و قمر
خوشی چار سُو سے نمایاں ہے آج کسی گل کے کھلنے کا ساماں ہے آج
عجب حال ہے کردگارِ جہاں کرم جب کرے پھر تامل کہاں
ہوئی شہ پہ جب رحمتِ کردگار دکھانے لگی شادمانی بہار
جو تھی بیگمِ خاص ذی اقتدار اسی ماہ میں ہوگئی باردار
گئے نو مہینے جب اس کو گذر تولد ہوا طفل رشکِ قمر
خواصوں نے کی عرض خدمت میں جا کہ اے مالکِ ملک و فرمانروا
حمل سے برآمد ہوا آفتاب تجلی جس سے گردوں پہ ہے ماہتاب
سنی شاہ نے جب یہ ان سے صدا کیا سجدۂ شکرِ خالق ادا
دیا حکم حاضر ہوں خدمت گذار دکھائیں فلک کو خوشی کی بہار
کریں جشن شادی کا سب کاروبار کہ پیدا ہوا صاحبِ تاجدار
یہ سن حکمِ سلطانِ عالی وقار ہوئے آکے حاضر وہاں جاں نثار
کہا اُن سے سلطاں نے اے ذی شعور ہوا رنج و غم آج سب دل سے دور
خزانہ کا دو کھول اس وقت در لٹاؤ زر و سیم لعل و گہر
یہ دو حکم اب توپ خانے میں جا سلامی کی توپیں چھٹیں جابجا
رعایا بھی جس سے ہو سب شاد کام کریں چہچہے خُرّمی کے تمام
ہوئے جمع پھر سب وزیر و امیر ریاضی، نجومی، برہمن، فقیر
شہنشاہ نے کرکے دربارِ عام کیا سب کو انعام سے شاد کام
گئے پانچ دن اس طرح سے گذر چَھٹا دن چَھٹی کا ہوا جلوہ گر
چھٹی کی ہوئی چار سُو دھوم دھام ہوا جشنِ شاہی کا سب انتظام

کیا شہ نے تقسیم لعل و گہر امیروں کو خلعت، غریبوں کو زر
زمن شہ ہوا شاہ زادے کا نام لگا پرورش پانے وہ لالہ فام
کروں جشن شادی کا گر میں بیاں بہت طول ہوجائے یہ داستاں
غریبؔ اِس سے بہتر ہے اب درگذر مناسب ہے لکھ ذکرِ علم و ہنر

داستان مکتب نشینی شاہزادہ و شوق ہونا واسطے کھیلنے شکار کے

کتابِ مئے علم سے ساقیا مصفّا مجھے جامِ مضموں پلا
ملے جس سے ذہنِ ذکا کو سرور کچھ اب ذکرِ علم و ہنر ہے ضرور
بیاں اس طرح سے یہاں کا ہے حال لگا ساتواں اس کو جس وقت سال
شہنشاہ نے جشن ترتیب کر معلّم کو سونپا وہ لختِ جگر
اور اُس کے سوا چند استاد اور مقرر کیے اور کہا کر کے غور
سکھاؤ اُسے جلد علم و ہنر کریں تا عزیز اِس کو اہلِ نظر
ہوا حکم جب یہ شہنشاہ کا انھوں نے یہ مقبول کہنا کیا
بخوبی بتائے بہت جلد تر جو شاہوں کے لائق ہیں علم و ہنر
ہوا جب کہ ہر فن میں وہ بہرہ ور عقیل و خرد مند و صاحب ہنر
تو اک روز پیشِ خداوندِ جاہ کیا عرض سب نے کہ ظلِّ اِلٰہ
مناسب ہے اک روز شاہِ جہاں کریں شاہزادے کا کچھ امتحاں
کھلے حسنِ تعلیم کا شاہ پر پسندِ طبیعت ہو نورِ نظر
یہ سن کرکے بولا وہ عالی جناب مرے پاس لے آؤ اس کو شتاب
غرض حسبِ ارشاد یک نامدار بلا لایا اس کو بہ عزّ و وقار
ہوا جب کہ حاضر وہ ماہِ منیر سمجھ کر اسے شاہ نے بے نظیر
گلے سے لگا کر کیا خوب پیار کہا تجھ پہ جانِ پدر ہو نثار

طلب تم کو اِس واسطے ہے کیا
کہ جو کچھ پڑھا ہے سناؤ ذرا

سوا اس کے اور جو ہنر یاد ہو
دکھاؤ کہ دل اپنا بھی شاد ہو

یہ سن شاہزادہ نے تسلیم کر
دکھائے، سنائے سب اپنے ہنر

جو استاد حاضر تھے اس کے وہاں
مخاطب ہوا ان سے شاہِ جہاں

کہا تم نے کوشش بہت خوب کی
سنا اور دیکھا بفرطِ خوشی

سراپا خوشی کا ہر اک کو دیا
زر و مال و دولت سے دامن بھرا

وہ تسلیم کر سب گئے اپنے گھر
رمن شاہ واں پہ رہا جلوہ گر

مخاطب ہوا پھر ادھر جب کہ شاہ
تو کی عرض اس نے کہ ظلِّ الٰہ

اُنھیں تو عنایت ہوا سیم و زر
ملا کچھ نہ انعام مجھ کو مگر

یہ باعث ہے کیا اے مرے شہر یار
مرا دل ہے اِس بات سے بے قرار

کہا ہنس کے سلطاں نے اے سیم بر
تمھیں کیا عنایت کروں مال و زر

زر و لشکر و قصر و ملک و سپاہ
تمھارے لیے سب ہے اے رشکِ ماہ

مجھے اس سے اب کیا سروکار ہے
خداوند میرا مددگار ہے

یہ سن کرکے بولا وہ عالی گہر
ملے مجھ کو اک اسپ اے دادگر

سوار اُس پہ میں ہو کے کھیلوں شکار
نہالِ جوانی کی دیکھوں بہار

کہا شہ نے اچھا جو درکار ہو
منگا لو اُسے تم کہ مختار ہو

یہ سن کر وہاں سے وہ رخصت ہوا
جو درکار تھا وہ طلب کرلیا

بندھا پھر یہ اس شاہ زادے کا تار
لگا دشت میں روز کرنے شکار

داستان عاشق ہونا رمن شاہ کا چھبیلا بھٹیاری پر اور جانا اُس کے مکان پر اور وصال ہونا اُس سے

کدھر ہے تو اے ساقیِ مہ لقا
بطِ مے اڑاتا ہوا جلد لا

وہ دارو پلا جس سے مسرور ہو
محبت کا ہوں خود بخود راہ جو

لکھوں ایک دن کا، سنو ماجرا
غلط اس میں مُو بھر نہیں ہے ذرا

پھرا گھر کو جب کھیل کر کے شکار
رمن نورِ عینِ شہِ نامدار

کھڑی تھی کنویں پر کوئی نازنیں
پری رو، گل اندام، زہرہ جبیں

گلستانِ خوبی میں وہ خوش خصال
نہ رکھتے تھے گل کوئی اپنی مثال

طلب گار پانی کی تھی چاہ سے
عجب ناز و انداز کی راہ سے

نگہ ہرطرف تھی لگاوٹ کے ساتھ
تبسم، تکلم بناوٹ کے ساتھ

پڑی شاہزادے کی جس دم نظر
لگی ہنسنے منھ پھیر کر سیم بر

کیا اِس کو الفت نے آ کر سلام
ہوا جان و دل سے یہ اس کا غلام

پھر اُس دلربا نے بہ ناز و ادا
دلِ شاہزادہ کو شیدا کیا

اسے جب یہ سامان آیا نظر
رہا راہ چلنے سے خستہ جگر

اتر کر کے گھوڑے سے بس ایک جا
گیا بیٹھ کرسی پہ وہ غم زدہ

کہا اور لوگوں سے تم چل کے گھر
کرو عیش و آرام کھولو کمر

فقط ایک چاکر رہے میرے پاس
دلِ زار اپنا ہے اس دم اداس

ہوا حکم جب شاہزادے کا یہ
تو راہی ہوئے گھر کو سب کہہ و مہہ

رہا چاکری اسپ جب اس کے پاس
ہوا حرف زن اُس سے یہ بدحواس

کنویں پر کھڑی ہے جو یہ نوجواں
تلاش اِس کا کر جلد جا کر مکاں

مکان اور نام اِس کا تحقیق کر
مجھے جلد پھر آ کے دے تو خبر

یہ سن کر کے وہ چاکرِ نیک خُو
گیا جانبِ دلبرِ ماہرو

گھڑا بھر کے جب وہ چلی اپنے گھر
تو بہرِ تجسس یہ پہنچا اُدھر

گئی جب سرا میں وہ زہرہ جبیں
کھڑا ہو رہا راہ میں یہ وہیں

پڑی ایک بڑھیا جو اس کو نظر
لگا پوچھنے اس سے یہ حیلہ کر

گھڑا لے کے پانی کا جو خوش خرام   گئی اِس طرف سے زنِ لالہ فام

کہاں اِس کا مسکن ہے کیا اِس کا نام   مسافر کو اِس کا بتا دے مقام

وہ بولی کہ اس کا چھبلیا ہے نام   سرا میں مسافر کا کرتی ہے کام

پھرا سن کے یہ چاکرِ باوفا   گذارش کیا شاہزادے سے جا

کہا شاہزادے نے اُس سے وہاں   مرے ساتھ چل وہ سرا ہے جہاں

غرض پھر وہ گھوڑے پہ ہو کر سوار   چلا جانبِ خانۂ گل عذار

ہوا جب کہ داخل درونِ سرا   تو یہ شور بھٹیاریوں نے کیا

نہ وسواس کچھ دل میں فرمایئے   میاں او مسافر اِدھر آیئے

کوئی بولی ہووے قصور اب معاف   مکاں شکلِ آئینہ رکھتی ہوں صاف

کوئی بولی دوں چارپائی بچھا   لگاؤ یہاں آکے تم بسترا

ہوا جب سرا میں یہ غل جابجا   چھبیلی کی تب ساس نے یہ کہا

ذرا دیکھنا کون ہے یہ جواں   لگا لا اسے جا کے اے میری جاں

کہے کے بموجب اٹھی دلربا   بچھا چارپائی کو اور مسکرا

کہا مہرباں اب یہاں آیئے   مرے حال پر رحم فرمایئے

اُسے دیکھ کر شاہزادہ وہاں   ہوا چارپائی پر جلوہ کناں

چھبلیا کو منظور خاطر ہوئی   وہ پانی لیے آپ حاضر ہوئی

کہا اس سے کلّی میاں کیجیے   جو ہو اور درکار لے لیجیے

کیا اس نے چہرے کو پانی سے صاف   کہ راہِ سفر سے تھا آلودہ خاک

پھر اُس سے کہا اے بتِ دلربا   ذرا پانی پینے کو ٹھنڈھا سا لا

سنا شاہ زادے کا جب یہ کلام   پلایا وہیں سرد پانی کا جام

اور اُس آدمی سے کہا اے میاں   لگا دیجیے آپ گھوڑا یہاں

ہری گھاس رکھی ہے وہ ڈال دو   کہ آرام پاوے یہ اسپِ نکو

ہوئی اس سے فارغ وہ جب لالہ فام   کیا عرض طیّار ہو کیا طعام؟

سنا شاہزادے نے جب یہ سوال   کمربند سے اشرفی دی نکال

گئی لے کے جب اُس کو وہ ساس پاس   کہا اُس نے اُس سے کہ اے بدحواس

مسافر فقط آدمی دو ہی ہیں   سو یہ اشرفی لے کے ہم کیا کریں

یہ پوچھا تو ہوتا کہ اے مہرباں   کریں کھانا طیّار کتنا میاں

چھبیلی نے یہ جا کے پھر عرض کی   کہ ہیں آپ کے ساتھ کَے آدمی

کہا شاہزادے نے اُس سے وہیں   فقط تین ہیں اے بُتِ مہ جبیں

سو اُن میں سے دو ہم سوم جانور   کرو اِس کا سامان تم جلد تر

بچے اشرفی سے جو کچھ اور زر   وہ تیرا ہے سب اے خجستہ سیَر

یہ سن ساس کے پاس پھر وہ گئی   بیاں کی حقیقت جو کچھ تھی سنی

ہوئی شادماں دل میں تب پیرِ زال   لگی ہنس کے کہنے کہ اے نونہال

گلوری لگا کر کے دے آ اُسے   ٹکایا ہے تو نے مکاں میں جسے

چھبیلی نے سن کر گلوری لگا   اور اُس شاہزادے کے نزدیک آ

کہا پان حاضر ہے یہ لیجیے   خوشی سے اسے نوشِ جاں کیجیے

یہ سن کر کے پان اِس نے اُس سے لیا   زرِ سرخ اک اور اُس کو دیا

اُسے بھی وہ جب لے گئی ساس پاس   تو افزوں ہوئی اس سے خوش اُس کی ساس

تصور وہیں دل میں اُس نے کیا   چھبیلی پہ عاشق ہوا مردوا

گیا جب کہ کچھ اِس کو عرصہ گذر   بلا کر چھبیلی کو وہ فتنہ گر

لگی کہنے اُس سے کہ اے مہ لقا   دے آ اک گلوری اُسے اور جا

غرض جب دوبارہ گلوری لگا   گئی لے کے پیشِ رمن مہ لقا

کہا شاہزادے نے اے میری جاں   ذرا بیٹھ جا چارپائی پہ یاں

چھبیلی چھپا منھ کو اور مسکرا   یہ بولی کہ مقدور میرا ہے کیا

غلامی کا پیشہ ہے ماں باپ سے　　میں ہوں کس طرح بے ادب آپ سے
کہا ہم تو کہتے ہیں اے جانِ جاں　　تکلف کا موقع نہیں ہے یہاں
یہ سنتے ہی وہ نازنیں باوفا　　پلنگ پر گئی بیٹھ چپکے سے جا
کہا شاہزادے نے اے مہ جبیں　　ہوا نقشِ الفت ترا دل نشیں
تمنا یہی ہے دلِ زار کی　　لگائیں گلے سے کریں جی خوشی
بصد ناز و غمزہ وہ بولی سنا　　مجھے خانگی کسبی سمجھے ہو کیا
بہو بیٹیوں کا نہیں ہے یہ کام　　کریں ہر کسی سے سلام و پیام
سوا اس کے تم تو مسافر ہو یاں　　مقام آج یاں اور کل ہے وہاں
لگا کر کوئی تم سے دل کیا کرے　　سمجھ بوجھ کے کون غم میں پڑے
کہا شاہزادے نے اے مہ لقا　　کلامِ مبارک بجا ہے ترا
مگر ہم تو ساکن ہیں اس شہر کے　　تمھیں چھوڑ کر کے کہاں جائیں گے
کہا گر یہی شرط ہے تو میاں　　خدا کو قسم کھاکے دو درمیاں
رہو شہرِ دہلی میں تم جب تلک　　ہمارے مکاں پر رہو تب تلک
کہا شاہزادے نے ہے یہ قبول　　بحقِ محمدؐ و آلِ رسول
غرض جب یہ قول و قسم ہوگیا　　بغل میں تب اِس نے بس اُس کو دبا
لگایا گلے سے کیا خوب پیار　　پلنگ پر لٹا کر کیا دل نثار
کہا اُس نے کتنا کہ ٹھہرو ذرا　　مگر جوش میں شاہزادے نے آ
کُچوں کی جو سینے پہ دیکھی ابھار　　دبا اُس کے جوبن کی لوٹی بہار
گلِ نو شگفتہ سے پردہ اٹھا　　دیا اِس نے غنچے کو اُس میں چھپا
ملا بعد ازاں جب بدن سے بدن　　ہوئی مست مستی سے وہ سیم تن
دیے ہاتھ گردن میں اُس نے بھی ڈال　　ریاضِ تمنا سے ہو کر نہال
ہوا پھر دو جانب سے بوس و کنار　　کیا ایک نے ایک پر دل نثار

غریبؔ اب زیادہ نہ دے اِس کو طول　　بہت فحش بکنے سے کیا ہے حصول
رہا دو گھڑی تک یہ جلسہ وہاں　　جدا ہو کے پھر اُس سے شاہِ جہاں
ملازم سے بولا کہ اے جاں نثار　　کرو جلد طیّار اب راہوار
پھر اُس دم چھبیلی سے کہنے لگا　　کہ جاتے ہیں اب گھر کو اے مہ لقا
دمِ صبح آؤں گا پھر اے صنم　　نہ کرنا کچھ اس بات کا دل میں غم
وہ بولی کہ خاصہ جو طیّار ہے　　یہ کیا اُس کے کھانے میں تکرار ہے
کہا اس کو آپ اب تناول کریں　　تمنائے دل مل چکی سب ہمیں
یہ کہہ اور گھوڑے پہ ہو کے سوار　　سوئے قصر راہی ہوا تاجدار
ہوا پھر تو معمول اس کا مدام　　کہ کرنا اُسے روز اُس جا پہ شام

داستان بدنام ہونا شاہزادے کا عشقِ چھبیلی میں اور تدبیر ہونا واسطے شادی کے

کہاں ہے تو اے ساقیِ مہ جبیں　　کہ ہے چرخ اب در پئے بغض و کیں
صبوحی وہ دے جس کو دل بھر پیوں　　بلا سے اگر اِس میں بدنام ہوں
ہوئی مشتہر چار سو یہ خبر　　چھبیلی کا عاشق ہوا تاجور
دمِ صبح اٹھ کر کے جاتا ہے وہ　　سرِ شام تک عیش اڑاتا ہے وہ
امیروں نے آخر کیا مشورہ　　کہ دستورِ اعظم سے کہنا پڑا
نہیں شاہ زادے کو دیتا یہ زیب　　کہ ہوں ایک بازاری پر دل فریب
یہ تجویز کر ایک دن سب نے جا　　جو دستورِ اعظم تھا اُس سے کہا
کہ دہلی کے مابین ہے اک سرا　　وہاں مہترانی ہے اک خوش ادا
رمن شاہزادہ ہے مائل اُدھر　　وہیں روز ہوتا ہے وہ جلوہ گر
وہاں صبح سے شام کرتا ہے وہ　　دمِ عاشقی اُس سے بھرتا ہے وہ
بیاں کرتے ہیں اس لیے صاف صاف　　کہ ہے یہ ریاست کے بالکل خلاف

سنی جب کہ دستور نے یہ خبر   لگا سوچنے دل میں وہ پُرہنر
کروں شاہ سے کس طرح میں بیاں   نمونہ ہے آفت کی یہ داستاں
اگر چپ رہوں تو ہے یہ بھی خیال   کہ شاید کھلے بادشہ پر یہ حال
تو اُس وقت ہوں مبتلائے بلا   چھپانا قیامت کا ہے سامنا
مناسب ہے پیشِ شہِ ذوالمنن   گذارش کروں چل کے حالِ زمن
غرض ایک دن شاہ سے اس نے جا   کہا عرض خدمت میں ہے کچھ شہا
جو ہو عفوِ جرم اور خوں ہو معاف   تو کچھ عرض بندہ کرے صاف صاف
کہا شاہ نے کون سی ہے وہ بات   کہ جس کا تجھے غم ہے اے نیک ذات
خطا وار تو ہو اگر سربسر   کروں خون سے تیرے میں درگذر
ہوا حکم جب اِس طرح شاہ کا   تو دستور نے ماجرا سب کہا
سنی شاہ نے جب کہ یہ داستاں   رقم جس کا میں کرچکا ہوں بیاں
یہ سن کر ہوا خشمگیں شہریار   کہا میرے آگے سے جا نابکار
بجا ہے کروں قتل گر بے حیا   مگر عفو کی میں نے تیری خطا
کر اب بندوبست اِس کا اے بےشعور   وگرنہ سزا دوں گا تجھ کو ضرور
سخن جب کہ دستور نے یہ سنا   بجا لا کے تسلیم راہی ہوا
امیروں رئیسوں کو کر کے طلب   کہا کیا کریں اِس کی تدبیر اب
کہ جس سے زمن صاحبِ احتشام   نہ لے خواب میں بھی چھبیلی کا نام
یہ کی عرض سب نے کہ اے خیرخواہ   بندھے عقد شادی کا تو ہے نباہ
جو پائے گا گھر میں بتِ نازنیں   تو باہر نہ جاوے گا وہ مہ جبیں
ہوئی یہ خبر جب کہ مشہورِ عام   تو اک ہم نشیں نے کیا یہ کلام
جو شادی کا شہزادے کی ذکر ہے   مجھے ایک اُس میں بڑی فکر ہے
بندھے عقد شادی کا شاید کہیں   پسندِ طبیعت نہ ہو وہ حسیں

تو پھر کہیے تدبیر اُس کی ہے کیا   مناسب ہے حل ہو جو یہ مدعا
نہ دستور عالم میں ہے یہ کہیں   دکھاوے کوئی پہلے دختِ حسیں
وزیرِ جہاں دار نے تب کہا   تمھیں فکر اِس کی کرو کچھ ذرا
جواب اُس کو اُس نے دیا اے وزیر   یہی اِس میں تدبیر ہے بے نظیر
جہاں تک کہ ہوں شہر میں دُوتیاں   بلائیں اُنھیں آپ اے مہرباں
یہ ہو حکم اُن کو کہ وہ جا بجا   کریں جستجو دخترِ مہ لقا
مہ چار دہ آئیں جس جا نظر   لگاوٹ کریں اُس سے یہ فتنہ گر
کریں پھر خبر آکے سرکار کو   مصوّر کوئی سات[ساتھ] تب ان کے ہو
دکھا دیں یہ اُس کو کسی طور پر   اتارے وہ تصویرِ رشکِ قمر
جب انبار ہوویں تصاویر کے   جداگانہ رستہ میں چسپاں کرے
گذر شاہزادے کا ہوگا اُدھر   تو سب پر پڑے گی جب اُس کی نظر
پسند آئے گی جب کوئی مہ لقا   پئے عقد نامہ لکھا جائے گا
وزیرِ معظم نے ہو کر کے شاد   کہا بات ہے اپنے حسب المراد
دیا حکم حاضر ہوں سب کٹنیاں   ہوئیں جب وہ حاضر کیا یہ بیاں
وہاں حکم کی دیر تھی دیر کیا   ہزاروں ہی نقشہ ہوئے جمع آ
دیا حکم تب کار پرداز کو   گذر جس جگہ شاہزادے کا ہو
لگاؤ یہ نقشے وہاں پر تمام   پسند آئے شاید کوئی لالہ فام
غرض تھوڑے نقشے لگے جا اُدھر   جدھر روز ہوتا تھا اُس کا گذر
دمِ صبح جب وہ برآمد ہوا   تو نقشے وہ دیکھے لگے جابجا
محبت کی نظروں سے دیکھا تمام   نہ آئی پسند اس کو اک لالہ فام
ہوا دوسرا روز جب آشکار   عوض اُس کے نقشے لگائے ہزار
ہوا پھر وہ شہزادہ جب خوش خرام   تو دیکھا انھیں بھی بخوبی تمام

نظر میں نہ آئی کوئی مہ جبیں　　کہا ہے چھبیلی کا ثانی نہیں
گئے جب گذر اس طرح چند روز　　نظر میں نہ آئی کوئی دل فروز
تو دستور کو اک تردد ہوا　　لگا کہنے کیا کیجیے اے خدا
پھر آخر کو دل میں یہ تجویز کر　　بلا کٹنیوں کو کہا جلد تر
کرو جستجو اور تم جا بجا　　روانہ کرو جلد نقشہ بنا
گئیں پھر دوبارہ وہ بہرِ تلاش　　پھریں شہر و دیہات کے آس پاس
غرض ایک لڑکی زمیندار کی　　ہوائے محبت سے واقف نہ تھی
سرِشام کوٹے پہ جلوہ کناں　　نظر آگئی جو اُنھیں ناگہاں
عجب اس کے چہرے کی تھی آب و تاب　　کہ تھا شرم کھائے ہوئے آفتاب
یہ عالم جو اُن کو نظر آگیا　　تو نقشہ وہیں اُس کا کھنچوا لیا
شمول اور نقشوں کے اس کو لگا　　دیا راہ میں شاہزادے کے جا
غرض دوسرے روز ہو کر سوار　　پئے سیر نکلا جو وہ نامدار
تماشائے تصویر کرتا وہاں　　یہ آیا لگا تھا وہ نقشہ جہاں
اسے دیکھ سو جیسے مائل ہوا　　کہاں ہاں یہ نقشہ ہے محبوب کا
جو ہو اِس گلِ نو سے شادی مری　　تو ہو دل کو آرام جی ہو خوشی
خبردار نے یہ سخن گوش کر　　وہ تصویر لے جا کے پیشِ نظر
کیا عرض دستور کے روبرو　　کہ مائل ہے اِس پر شہِ نیک خو
سنی جب کہ دستور نے یہ خبر　　دیا حکم جاؤ مصوّر کے گھر
یہ کہنا کہ سرکار نے کی ہے یاد　　بڑی جہد و کوشش سے پائی مراد
غرض وہ مصوّر جو حاضر ہوا　　تو دستورِ اعظم نے اُس سے کہا
یہ تصویر کس کی ہے، کیا نام ہے　　شبستاں میں کس کی یہ گلفام ہے
کیا عرض اُس نے کہ اے مہرباں　　زمیندار ہے مان سنگھ اک یہاں

اُسی کی یہ لڑکی ہے ناکتخدا　　بچتّر کنور نام ہے مہ لقا
یہاں سے ہے دو کوس پر اک مقام　　بیاں کرتے ہیں اُس کا چونڈھیرہ نام
اُسی گاؤں کا یہ زمیندار ہے　　کہ اُس کا بڑا کار اور بار ہے
یہ سن کر کے دستورِ اعظم نے جا　　گذارش کیا شہ سے یہ ماجرا
شہنشاہ نے سن کے اِس حال کو　　کہا خیر اچھا سحر ہونے دو
زمیندار سب ہوں گے حاضر یہاں　　یقیں ہے کہ حاضر ہو وہ بھی جواں
تم آنے سے اُس کی خبر دیجیو　　بیاں کچھ نہ یہ ماجرا کیجیو

داستان شادی قرار پانا شہزادے کی اور ہونا جشن بتقریبِ لگن

پلا مجھ کو ساقی چمن میں وہ پھول　　مرادِ دلی جس سے ہووے حصول
اُسی سے ہے مذکور یہ داستاں　　کیا جس نے ہندی میں اِس کو بیاں
کہ جب دوسرا دن ہوا آشکار　　تو پھر حسبِ عادت کے وہ نامدار
محل سے برآمد ہو شاہِ جہاں　　ہوا سوئے دیوان خانہ رواں
ہوئے آ کے حاضر صغیر و کبیر　　ملازم تھے جتنے امیر و وزیر
ہوا حسبِ معمول سب کا سلام　　حضورِ شہنشاہِ عالی مقام
زمیندار بھی آ کے حاضر ہوا　　بیاں جس کا بالا ہوا ماجرا
اُسے دیکھ دستورِ عالم نے جا　　بیاں مالکِ ملک سے کر دیا
ہوا حکم اُس کو بلاؤ یہاں　　کرو رازِ سربستہ سارا بیاں
غرض جب وہ حاضر ہوا روبرو　　کہا اُس سے سلطاں نے اے نیک خُو
تجھے اس لیے یاد ہم نے کیا　　برآمد ہو تا اپنا کچھ مدعا
سنا جب زمیں‌دار نے یہ کلام　　ہوا دل میں حیران و ششدر تمام
کیا عرض اے شاہِ کشور کشا　　بھلا میرے کرنے کے لائق ہے کیا

کہا ہے تمھارے یہاں ایک چیز　　طلب گار اُس کے ہیں ہم اے عزیز
خوشی سے جو دے دو بہت خوب ہے　　دل و جاں سے وہ ہم کو مرغوب ہے
جواب اُس کا اُس نے دیا برملا　　مجھے اس کے دینے میں ہے عذر کیا
اگر نام سے کچھ نشاں پاؤں میں　　جو ارشاد ہو وہ بجا لاؤں میں
کہا قول پورا اگر تم کرو　　تو اُس کا نشاں تم کو معلوم ہو
جواب اس نے فوراً دیا اے حضور　　جو دینے میں ہو مجھ سے کوئی قصور
تو پھر کس طرح سے اماں پاؤں گا　　مکاں چھوڑ کر کے کہاں جاؤں گا
کہا شہ نے اس سے نہیں ہم کو کام　　بتائیں جو منظور ہو تم کو نام
کہا اِس نے جو حکم ہو آپ کا　　بجا جان و دل سے اُسے لاؤں گا
کہا سن تو اے گوہرِ نیک ذات　　دل و جان سے مان لے میری بات
وہ لڑکی جو تیری ہے رشکِ قمر　　اُسے شاہزادے سے منسوب کر
سنا جب زمیں‌دار نے یہ کلام　　کلیجا لیا دونوں ہاتھوں سے تھام
کہا اے شہنشاہ ارشاد ہو　　تو پوچھوں عزیزوں سے اس بات کو
صلاح اُن کی اس بات میں ہے ضرور　　نہ ہوتا کوئی اس میں پیدا فتور
کہا شاہ نے جس طرح ہو سکے　　میری جلد خاطر کو خرم کرے
یہ کہہ کر وہاں سے وہ آیا اِدھر　　قبائل جہاں اس کے تھے جلوہ گر
مشوش جو رانی نے پایا اسے　　کہا کیا تردد ہے کچھ خیر ہے
یہ بولا کروں تم سے کیا میں بیاں　　کہا اُس نے دے کچھ تو مجھ کو نشاں
ہوئی اس طرح سے جو وہ ہم کلام　　کہا شاہِ عالم کا قصہ تمام
کہا اُس سے رانی نے اے میری جاں　　تردد نہ کر یہ ہے رسمِ شہاں
ہمیشہ سے راجوں کی سب بیٹیاں　　شہنشاہ کی ہوتی ہیں بیبیاں
خداوند کرتے ہیں خود ہی طلب　　تردد کرو تم نہ دینے میں اب

نہ ہوں جس میں ناراض شاہِ جہاں　　وگرنہ بری بات ہے مہرباں
یہ سن کر کے رانی سے وہ دل فگار　　چلا جانبِ خانۂ شہریار
خیال آ گیا راہ کے درمیاں　　کہ بیٹی سے لوں پوچھ رازِ نہاں
تصوّر یہ کر کے چلا وہ عزیز　　اُدھر کو جہاں تھی وہ اہلِ تمیز
اِسے دیکھ کر وہ اٹھی باادب　　کہ بے وقت آنے کا کیا ہے سبب
کہا شادی و غم کا تو ساتھ ہے　　مگر آبرو اب ترے ہاتھ ہے
کہا حکم جو ہو وہ لاؤں بجا　　کہیں آپ کیسا ہے یہ ماجرا
کہا آج دربار میں جو گیا　　تو سلطاں نے مجھ کو بلا یہ کہا
کہ لڑکی تمہاری جو ہے خوب رو　　مناسب ہے اُس کو تم اے نیک خو
کرو شاہزادے سے منسوب اگر　　تو ہو میرے دلبند و نورِ نظر
سو اس واسطے میں ہوں آیا یہاں　　ترا مشورہ کیا ہے اے میری جاں
کہا اس نے میں کیا بھلا دوں جواب　　کہ آتا ہے اس جا پہ مجھ کو حجاب
مجھے تو یہی دل سے مرغوب ہے　　جو چاہو کرو تم وہی خوب ہے
مثل ہے یہ مشہور اے خوش خصال　　گئو اور بیٹی کا ہے ایک حال
یہ دونوں برابر ہیں رکھو جہاں　　بلا عذر و تکرار رہتی ہیں واں
مگر کام پہلے یہ کیجے جناب　　کہ شاہِ جہاں کو یہ دیجے جواب
سلف سے ہے دستور سب کا شہا　　کہ ہے رسمِ ہندو مسلماں جدا
نہیں حکمِ عالی سے انکار ہے　　مگر رسمِ ہندو کی درکار ہے
زمیندار یہ سن کے اُس سے کلام　　گیا خدمتِ شاہ میں تیز گام
جو کچھ حال تھا وہ گذارش کیا　　جو اِس سے سنا تھا وہ اُن سے کہا
کہا شہ نے جو حکمِ محبوب ہے　　ہمیں بھی وہی دل سے مرغوب ہے
ہوا جب یہ ارشادِ شاہِ جہاں　　وہ مجرا ادا کر کے آیا یہاں

عزیز و اقارب کو کر کے طلب / بیاں کر دیا شاہ کا حال سب
کہا اب ہے کیا آپ کا مشورہ / یہاں ہو کہ دہلی میں یہ کتخدا
وہ بولے کہ ہم کو یہ مرغوب ہے / بندھے عقد اگر اِس جگہ خوب ہے
گیا پھر زمیندار پیشِ وزیر / کہا اے خداوند روشن ضمیر
یہ تقریب شادی کی ہووے وہاں / سکونت کا میرے جہاں ہے مکاں
برات آئے سج کر یہاں سے وہاں / تو شاہِ جہاں بھی ہوں جلوہ کناں
وزیرِ معظّم نے جو کچھ سنا / وہ سب عرض خدمت میں شہ کے کیا
کہا شاہ نے گو مکاں دور ہے / مگر اُس کی خاطر بھی منظور ہے
کہو اُن سے جا کر کرے انتظام / یہاں کا تعلق تمھارا ہے کام
ہوا جب کہ یہ حکمِ شاہِ جہاں / وزیرِ معظم نے فوراً یہاں
کیا جمع سامانِ شاہی تمام / دیا حسنِ خوبی سے سب انتظام
ادھر اس زمیں‌دار نے گھر میں جا / سر انجام سارا مہیا کیا
ہوئی بات طرفین سے پائدار / تو شادی کی تاریخ پائی قرار
غرض جب کہ تاریخ وہ آگئی / خوشی ہر طرف سے نمایاں ہوئی
شہنشاہ نے کر کے سب کو طلب / کہا کیجیے آج جشنِ طرب
وہاں سے زمیں‌دار نے تب اِدھر / مع زیور و اسپ و تیغ و سپر
روانہ لگن کی بطورِ شہاں / ہوئے جس کو سب دیکھ کر شادماں
جہاں تک برہمن تھے سب بید خواں / لگے کام پوجا کا کرنے وہاں
کھچا کرکے آٹے سے چوک ایک جا / کلس اُس پہ پانی کا رکھوا دیا
بچھائی پھر اُس جا پہ باصد وقار / منگا ایک چوکی جواہر نگار
کہا شاہزادے کو لاؤ یہاں / مہیا ہے سامانِ شادی جہاں
ہوئی خواہشِ شاہزادہ اُدھر / تو ثابت ہوا ہے چھبیلی کے گھر

فرستادۂ شاہ مثلِ صبا / گیا عرض کی شاہزادے سے جا
طلب بادشاہِ جہاں نے کیا / یہ سنتے ہی شہزادہ حاضر ہوا
برہمن نے چوکی پر اُس کو بٹھا / لگن ہاتھ پر رکھ کے بولا شہا
مبارک تمھیں ہو یہ شادی کا روز / سلامت رہے یہ مہِ دل فروز
اور اُس کے سوا اور برہمن تھے جو / بہم سب نے پوجا کلس گور کو
کہا پھر یہ اس سے کہ اے مہ لقا / رکھ آغوشِ مادر میں تو اس کو جا
یہ سن کر کے شہزادۂ نامدار / محل میں گیا وہ خجستہ شعار
اُسے ماں کی آغوش میں رکھ دیا / مؤدّب کھڑے ہو کے مجرا کیا
لیا ماں نے اس کو گلے سے لگا / کہا ہو مبارک تجھے مہ لقا
کھڑی عورتیں تھیں وہاں جا بجا / مبارک سلامت کی بولیں صدا
یہاں تو یہ تھی خرّمی آشکار / سنو اب چھبیلی کا احوالِ زار

داستان روانہ کرنا لونڈی کو چھبیلی کا، واسطے دریافت حال واقرار کرالینا شاہزادے سے واسطے ہمراہی برات کی

پلا ساقیا وہ مئے مشک بو / خمارِ طبیعت کا ٹوٹے سبو
تردد ہے دل کو یہ میرے کمال / طلب کس لیے وہ ہوا خوش خصال
چھبیلی نے دل سے یہ کر مشورہ / کہا ایک لونڈی سے تو جلد جا
قریبِ مکاں شاہ کے دیکھنا / کہ درپیش ہے کیا وہاں ماجرا
چلی حسبِ ارشاد وہ نازنیں / گئی قلعۂ شاہ کے جب قریں
تو دیکھا کہ ہیں اور ہی رنگ ڈھنگ / جما ہے خوشی کا ہر اک سمت رنگ
کہیں ناچ اور راگ کی ہے صدا / کسی جا پہ نوبت کا جلسہ جما
برائے جلو ہیں کھڑے خاص و عام / سوار و پیادہ دورویہ تمام

لکھوں کیا جو اُس وقت تھا اژدحام   تماشے کو حاضر تھے سب خاص و عام
خوشی کی غرض بات واں سربسر   کنیزِ چھبیلی کو آئی نظر
کوئی کار فرما جب آیا اُدھر   کھڑی تھی خبر کے لیے یہ جدھر
کہا اس نے اُس سے کہ اے نامدار   یہ مجمع ہے کیسا یہ کیا ہے بہار
کہا اُس نے تم کو نہیں سوجھتا   چڑھا آج مانجھ ہے شہزادہ کا
یہ سن کر پھری وہ وہیں سے ادھر   چھبیلی کو کی آ کے فوراً خبر
یہاں تذکرہ تھا یہی ہو رہا   کہ اتنے میں شہزادہ بھی آگیا
چھبیلی نے پوچھا کہ اے شہر یار   کہو پائی شادی تمھاری قرار
کہا ہاں صنم لوگ کہتے تو ہیں   یہ بولی کہ پھر لے چلو گے ہمیں
کہا تم کو ہم لے چلیں گے ضرور   وگرنہ محبت میں ہوگا فتور
لگیں گے وہاں پر ہمیں چند روز   بغل میں نہ ہوگی جو تو دل فروز
تو کیونکر بھلا چین پائے گی جاں   جہاں تو نہ ہوگی مری دلستاں
کہا گر یہی بات ہے میری جاں   تو دو قول جس سے ہو دل شادماں
کہا اے مری جاں خدا کی قسم   تجھے ساتھ لے جائیں گے اپنے ہم
ہوئی خوش یہ سن کر وہ زہرہ جبیں   کہا ہوگیا بس مجھے اب یقیں
برہمن نے جو دن دیا تھا قرار   قریب آگئے جب وہ لیل و نہار
لگی ہونے تب ہندوانِ رسوم   مچی ہر طرف تیل مائیں کی دھوم
لگا شاہزادہ بھی رہنے وہاں   محل سے نکلنے کی فرصت کہاں
یہاں تک کہ منڈوے کا دن آگیا   چھبیلی نے لونڈی سے تب یہ کہا
فدا جس پہ ہوں اس سے یہ عرض کر   کہ کیوں کر چلے گی یہ لونڈی اُدھر
یہ سن کر کے وہ خادمِ باوفا   کہا شاہزادے سے پیغام جا
وہ بولا کہ کہہ اس سے اے سیم بر   نہ تو دل میں کچھ اس کی تشویش کر

برات اپنی جس وقت ہوگی رواں   سواری تجھے پہنچے گی بے گماں
سوار اُس پہ تو ہو کے اے گل عذار   مرے ساتھ چلنا نہ کر انتشار
جلو میں ترے ہوگا سارا جہاں   نشانِ سواری ہو جس سے عیاں
جواب سخن سن کے وہ باوفا   گئی پاس اُس کے کہا ماجرا
چھبیلی نے سن کر کے اُس سے کہا   کہ تو پھر اسی پاؤں اب لوٹ جا
یہ کہنا اگر اس طرح سے چلوں   تو ناحق کو عالم میں مطعون ہوں
سواری میں ہوں گے جو اہل دول   ہنسیں گے مجھے اور تمھیں بر محل
کریں گے یہ چرچے وہ سب جا بجا   صنم کو چلے بیاہنے آشنا
مناسب ہے اس سے کہ اے شہریار   جو اونٹوں کی ہمراہ ہوگی قطار
کجاوے کا جو اونٹ ہو باردار   ملے وہ مجھے اے شہِ نامدار
کہ پوشیدہ اس پر میں ہو کر سوار   چلوں آپ کے ساتھ اے نامدار
سنا جب کہ لونڈی نے اُس سے یہ حال   صبا کی طرح پھر گئی نونہال
کہا شاہزادے سے سب ماجرا   وہ بولا کہ اچھا مجھے اِس سے کیا
جو منظور خاطر ہے اُس کو یہی   تو کہنا بہت خوب یونہی سہی

داستان روانہ ہونا برات کا اور ہمراہ جانا چھبیلی کا اور فریب دینا شہزادے کو وہاں پر

پلا بھر کے اے ساقیِ خوش خرام   شرابِ مصفا سے اک مجھ کو جام
کہ تا اُس سے دل شاد و مسرور ہو   کچھ احوال شادی کا مسطور ہو
کروں کیا میں سامانِ شادی بیاں   براتی ہوئے جمع سب جب وہاں
سپاہی جو تھے ہو کے چالاک چست   پھریرے نشانوں کے کر کے درست
ہوئے جمع ڈیوڑھی پہ سب ایک بار   ہزاروں پیادہ ہزاروں سوار
کسی جا پہ تھے جمع تختِ رواں   کہیں ابرقی پھول کی ٹٹیاں

کھلونے کے تختوں کا یکجا ہجوم   تماشے کی پہنچی تھی گردوں پہ دھوم
سواری کا انداز لکھوں ذرا   برابر برابر جمع تھا پرا
غرض سج چکی جب کہ ساری برات   تو دولہہ کو لے کر شہِ نیک ذات
محل سے برآمد ہوا نامور   تصدق کیے سر پہ لعل و گہر
یہ غل تھا کہ جلدی ہو دولہہ رواں   چلیں جملہ اربابِ جلوہ کناں
چلی اِس طرح سے غرض جب برات   چھبیلی چلی اونٹ پر سات سات
دولہن کے ہوئی باپ کو یہ خبر   کہ پہنچی برات آکے نزدیک تر
عزیز و اقارب کو کر کے سوار   چلا پیشوائی کو وہ نامدار
سرِ رہ ملاقات کی آن کر   شہِ نامور سے بصد کرّوفر
جو کچھ رسم ملنے کی دنیا میں ہے   بجا لایا اس کو وہ فرخندہ پے
سجا تھا جو جنواسے کا وہ مکاں   اتاری برات اس نے لاکے وہاں
ہوا جابجا فوج کا اژدحام   ہوئی دیہہ میں شادمانی تمام
چَبینے کا اس نے کیا انتظام   بٹے لشکرِ شاہ عالی مقام
ہوئی شام کو روشنی جا بجا   وہ تھا ابرقی جو کہ بارہ بندھا
تماشائیوں کا ہوا ازدحام   بھری راہ تھی اور کوٹھی تمام
برونے کی آئی وہاں سے طلب   ہوا حکم لے جاؤ مل کر کے سب
وزیروں نے سنتے ہی فوراً اُدھر   برونہ روانہ کیا جلد تر
سواری کا ساماں مہیا کیا   اُسے خوب سج کر کے جلوہ دیا
کنول اور فانوس روشن ہوئے   ہزاروں فلیتے وہاں جل گئے
جما روشنی کا وہاں یہ سماں   زمیں ہو گئی غیرتِ آسماں
قرینے سے آرائش آ کر جمی   وہاں پر تھی کس بات کی بس کمی
سوار اور سپاہی قرینے سے سب   نشانوں کو اپنے لیے باادب

بجاتے ہوئے شادیانے تمام   ہوئے جلوہ گر با دلِ شاد کام
اِدھر لے کے دولہہ کو شاہِ جہاں   ہوا فیل پر آپ جلوہ کناں
سلامی کی توپیں چھٹیں جو اِدھر   برات آئی غل مچ گیا یہ اُدھر
رسائیں رسائیں بصد التفات   دولہن کے مکاں پر جو پہنچی برات
وہاں رسم اول ہوئی وہ ادا   کہ دروازے کا چار پہلے ہوا
پدر نے دولہن کے جواہر بھریں   کئی کشتیاں شاہ کے نذر کیں
زر و مال و زیور دیا اس قدر   کہ خوش ہو گیا شاہِ والا گہر
لگیں چھوٹنے جا بجا پھر وہاں   پٹارے کہیں اور کہیں چرخیاں
ہوائی نے اپنی دکھائی بہار   ستارے کیے آسماں سے نثار
قلعے نے دکھایا جو اپنا سماں   بٹے باز کرنے لگے جنگ واں
کروں میں کہاں تک اب اُس کا بیاں   تماشے کا جو لطف حاصل تھا واں
غرض پھر وہ دولہہ وہاں سے پھرا   یہاں آ کے خیمہ میں داخل ہوا
چھبیلی نے دیکھا جو یہ ماجرا   کہا اپنے دل سے کہ اے دل بھلا
دلہن شاہزادے کی ہے مہ لقا   ہم آغوش اُس سے یہ جس دم ہوا
تو پھر چاہ میری اسے ہو گی کم   رہے گا مجھے حشر تک اِس کا غم
کوئی اس کی تدبیر کر اب دلا   کہ اپنے بھلے سے ہے سب کا بھلا
تصوّر یہ کر کے وہ زہرہ جبیں   گئی شاہزادے کے اٹھ کر قریں
کہا شاہزادے نے آؤ صنم   کہا آئیں کیا دل کو ازبس ہے غم
کہا خیر تو ہے نشاں دیجیے   جو تدبیر اس کی ہو وہ کیجیے
کہا حکم ہووے تو جا کے وہاں   دلہن کو ذرا دیکھ آؤں یہاں
کہوں گی وہاں سے پھر آ کر کے حال   جو تشویش مجھ کو ہے اے خوش خصال
کہا شاہزادے نے اے مہ جبیں   گذر ہوگا تیرا وہاں پر نہیں

یہ بولی کہ اے دلبرِ مہرباں	نہ روکے گا مجھ کو کوئی بھی وہاں
کہا گر تجھے دل سے ہے یہ یقیں	تو مانع تجھے کون ہے اے حسیں
یہ سن کر وہاں سے وہ رخصت ہوئی	عجب فکر جانے کی اُس نے یہ کی
بُلا ایک مالی کو اس سے کہا	کہ پھولوں کا گہنا بنا جلد لا
غرض کر کے طیّار لایا وہ جب	تو کیں اُس سے دو دستیاں پھر طلب
کہ اتنے میں گذری وہاں نصف شب	چھبیلی نے ڈلیا میں رکھ پھول سب
اور ان مشعلوں کی کرا روشنی	پہن سرخ جوڑا وہاں سے چلی
گئی در پہ دلہن کے یہ حیلہ کر	تو پوچھا کسی نے کہ اے بے خطر
درونِ محل کیا ترا کام ہے	کہاں سے تو آئی ہے کیا نام ہے
یہ بولی کہ لائی ہوں پھولوں کے ہار	بحکمِ شہنشاہِ عالی وقار
ملازم وہاں کی ہے یہ کم تریں	نہ جانے دو مجھ کو تردد نہیں
سنا جب کہ اُس سے یہ سب نے کلام	کہا جائیے خیر اے خوش خرام
چھبیلی یہ لے کر جو اندر گئی	تو دیکھا پلنگ پر وہ سروِ سہی
عجب شان و شوکت سے ہے سو رہی	جھپکتی ہے آنکھ اُس سے مہتاب کی
خواصوں کا چاروں طرف ہے ہجوم	مکاں میں مچی شادیانے کی دھوم
کوئی اس پہ ہے مورچھل جھل رہی	کوئی خاصداں ہے لیے واں کھڑی
کسی کی بغل میں دبا پیک داں	کوئی چوکی بھرتی تھی بیٹھی وہاں
جو مالن نے دیکھا وہاں کا یہ طور	تو چپکی کھڑی ہو رہی کر کے غور
کہ اتنے میں دوڑی گئی اک نگار	لیا ماں کو دلہن کی اُس نے پکار
کہ صاحب ذرا آئیے تو ادھر	یہ مالن ہیں تشریف لائیں کدھر
یہ سن کر کے رانی نے جلدی سے آ	کہا لائی کیا ہے بتا دلربا
یہ بولی کہ پھولوں کا گہنا سنوار	دلہن کے لیے لائی ہے جاں نثار

کہا سو رہی ہیں جگا دو انھیں	جو لائی ہو جا کر پنہا دو اُنھیں
یہ سن کر کے مالن گئی جب ادھر	جہاں سو رہی تھی وہ رشکِ قمر
اُسے دیکھ کر غش اِسے آگیا	لبِ فرش ڈلیا کو جا دھر دیا
کہا اس سے رانی نے اے لالہ رو	ہوئی بدحواس اس قدر کیوں ہے تو
یہ بولی ہوئی میں نہیں بدحواس	مگر ہے مجھے اس کا اس وقت پاس
کہ یہ دخترِ راجۂ نامدار	ہوئیں جفت شہزادۂ کام گار
اِنھیں کس طرح سے لگاؤں میں ہاتھ	کہ عزت ہے لونڈی کی مالک کے ساتھ
یہ کہہ اور زیور کو اُس نے اٹھا	تنِ نازنیں پر سجا جابجا
پنہایا جو زیور اُسے سربسر	تو رانی نے اُس کو دیا مال و زر
چھبیلی نے وہ مال تو لے لیا	مگر آتشِ غم سے دل جل گیا
ہوئے اس کی آنکھوں سے آنسو رواں	کہا اُس سے رانی نے اے دلستاں
خوشی کا ہے دن ذکر رونے کا کیا	سبب اِس کا تو جلد مجھ کو بتا
کہا غم سے میں ہوں نہیں اشک بار	دھواں ہے چراغوں کا بس بے شمار
سو آنکھوں میں وہ جو لگا آن کر	اِسی سے ہوئی ہے میری چشم تر
کہا اُس سے رانی نے سن تو ذرا	ترے گھر نہیں تیل جلتا ہے کیا
یہ بولی خطا ہو مری گر معاف	کروں عرض خدمت میں میں صاف صاف
مکاں میں مری عطر جلتا ہے روز	وہ یا شمع ہوتی ہے مجلس فروز
یہ کہہ اور ڈلیا کو اپنی اٹھا	کہا اب ہوں رخصت طلب صاحبا
غرض دل گرفتہ وہاں سے چلی	تو پھر راہ میں فکر یہ اُس نے کی
کہ ایسی کوئی بات تجویز ہو	نہ دیکھے دلہن کو شہِ نیک خو
یہ کر مشورہ دل سے وہ نابکار	پریشان کر اپنا سارا سنگار
گئی بدحواس اپنے دگھرے کے پاس	پھلائے ہوئے منھ کو چہرہ اداس

کہا شاہزادے نے اے مہ جبیں　　کہو کیسی ہے وہ بت نازنیں
کہا کیا کہوں اے شہِ خوش خصال　　اُسے دیکھ کر یہ ہوا میرا حال
یقیں ہے کہ دیکھو گے جب تم اُسے　　تو فوراً گذر جاؤ گے جان سے
ہوا دشمنوں کا وہاں جب یہ حال　　تو پھر زندگانی ہے اپنی محال
کہا شاہزادے نے سن اے عزیز　　سمجھ کر کے کر بات اے پُرتمیز
بتا حال تو اس کا ہے کس طرح　　پریشان خاطر جو ہے اس طرح
کہا کیا کہوں تجھ سے اے مہ جبیں　　تجھے کس طرح ہوگا اس کا یقیں
کہا ہے مجھے اعتبار اے صنم　　مرے دم تلک ہے تمھارا بھی دم
کہا گر یہی بات ہے میری جاں　　تو کرتی ہوں میں صاف سنیے بیاں
زمانہ کا دستور دیکھا یہی　　ولی عہد کو ہے کلاہ مہی
پس از مرگ شاہِ جہاں تخت پر　　وہی حکمراں ہو وہی تاجور
سو اِن اہلکاروں نے یہ سوچ کر　　خرابی پہ باندھی کمر سربسر
بہم مل کے سب نے کیا مشورہ　　کہ ہوگا پسِ شاہ یہ بادشاہ
خدا جانے پیش آئے یہ کس طرح　　مناسب ہے ٹالیں بلا اس طرح
بندھا عقد جس سے ترا نامدار　　کوئی جن ہے اُس دلربا پر سوار
نظر اُس پہ ڈالے جو کوئی بشر　　وہ ہوجائے اندھا اسے دیکھ کر
سو اندھا ہوا جب کہ کوئی بشر　　وہ بدتر ہے مردے سے اے خوش نظر
مرے دل کو یہ رنج ہے بے شمار　　نہ ہو دشمنوں کا کہیں حالِ زار
کہا شاہزادے نے اے مہ جبیں　　تجھے اس کا صدمہ ہوا کیوں نہیں
کہا اک نظر دیکھنے سے یہ حال　　مرا ہوگیا اے شہِ خوش خصال
یہ سن شاہزادہ پریشاں ہوا　　کہا جانِ جاں پھر علاج اِس کا کیا
کہا کیا بتاؤں میں اے ماہ رو　　یہ کیوں کر کہوں ہو نہ تم روبرو

کہا کوئی تدبیر تو کیجیے　　مجھے مشورہ نیک کچھ دیجیے
کہا ایک تدبیر ہے بے گماں　　مگر تم کرو گے نہ اے مہرباں
کہا مالک دو جہاں کی قسم　　کہے گی جو تو سو کریں گے وہ ہم
یہ کہہ اور کپڑے کی پٹّی بنا　　وہیں اُس کی آنکھوں کو بستہ کیا
اور اس سے کہا کوئی کتنا کہے　　یہ پٹّی بندھی یونہی اے جاں رہے
غرض وہ یہ کہہ کرکے راہی ہوئی　　یہ اندھا بنا مفت سروِ سہی
لگا کہنے رو رو کے وہ رشک ماہ　　غضب کا ہے آنکھوں میں درد آہ آہ
یہاں کا تو احوال چھوڑا یہاں　　غریب اب کرو کچھ اُدھر کا بیاں
گھڑی چار باقی رہی رات جب　　ہوا شاہزادہ وہاں سے طلب
کہ بھانور کی ہو رسم جلدی ادا　　کہ ساعت کا ہے تنگ عرصہ بڑا
غرض شاہزادہ بنائے وہ حال　　کَوَل روچنا کو گیا خوش خصال
کسی کی نظر جو نظر سے لڑی　　تو دیکھی وہ آنکھوں سے پٹّی بندھی
لگیں پوچھنے شاہزادے سے حال　　کہا درد کرتی ہیں آنکھیں کمال
یہ سن کر ہوئیں پھر وہ سرگرم کار　　کیا مال و زر خوب اس پہ نثار
وہاں سے اُسے چوک پر لے گئے　　برہمن وہ سرگرم پوجا ہوئے
دلہن کو اُدھر پاس دولہہ کے لا　　گرہ باندھ بٹھلا دیا ایک جا
کلس کے پھرا گرد پھر سات بار　　دلہن اور دلہہ کو با صد وقار
ہوئی بھوڑ کی پھر وہاں پر بہار　　جسے ایک دینا تھا بخشے ہزار
وہاں سے وہ جس دم کہ فارغ ہوا　　تو پھر دوسری رسم کرنے چلا
کہیں ماں نے موری کو وا کر دیا　　دیا اور بتی کہیں دیں ملا
سوا اس کے جو رسمیات اور تھیں　　نہایت خوشی سے ادا سب ہوئیں
فراغت ملی شاہزادے کو جب　　گیا جانبِ خیمہ با صد طرب

سحرگہ زمیندار نے با خوشی مقرر کی دعوت شہنشاہ کی
وہاں تین دن تک وہ جلسہ رہا کہ چشمِ فلک نے بھی دیکھا نہ تھا
ہوئی پھر اُسی دھوم میں دھوم اور کہ گونہ کا بھی ہوگیا ایک طور
روانہ ہوئی پھر وہاں سے برات سوئے خانۂ شاہِ والا صفات
زمیندار نے شہ کو رخصت کیا دُر و لعل زیور بہت سا دیا
جہیزی جو ساماں تھا ہمراہ کر مرخص کیا شاہ کو جلد تر

داستان واپس آنا برات کا دہلی میں اور نہ ملتفت ہونا شہزادے کا دولہن سے بسبب فریب دینے چنبیلی کے

مئے لالہ گوں جلد لا ساقیا کہ ہے جلسۂ شادمانی بپا
ہوا شہر میں غل کہ آئی برات بہو بیاہ لائے شہِ نیک ذات
تماشائیوں کا ہوا ازدحام برات آکے داخل ہوئی وقتِ شام
دلہن لے کے دولہہ محل میں گیا مبارک سلامت کی آئی صدا
پہر رات تک تو رہا جشنِ عام ہوا پھر وہاں اور ہی انصرام
کہ دولہہ کی ماں نے بصد انتظام سجی خواب گہ ایک بالائے بام
مہیا کیا اس میں ساماں عجیب شراب و کباب و غذائے غریب
کیا خوب دلہن کو آراستہ مسی اور کاجل سے پیراستہ
پنہا کر کے پھولوں کا گہنا تمام لباسِ زری کا کیا انتظام
مکاں جو بنا تھا وہ خلدِ بریں سُلانے کو نندیں وہاں لے گئیں
ادھر سے پھر اس شاہزادے کو لا دیا دونوں کو ایک جا پر بٹھا
وہاں سے وہ پھر جا بجا ہٹ گئیں خواصیں کہیں اور مہماں کہیں
یہاں شاہزادے کا دیکھو یہ حال کہ تکیہ لگا سو رہا خوش خصال

یہ بیٹھی رہی دو گھڑی تک وہاں نہ بولا جب اُس سے یہ کچھ نوجواں
تب اِس نے کہا اے مرے مہ جبیں مجھے حکم ہو سو رہوں میں کہیں
کہا اے مری ماہ رو گل عذار دلِ زار ہے درد سے بے قرار
سو تم آن کر پائینتی سو رہو تردّد نہ کچھ اور دل میں کرو
یہ سن کر کے وہ منھ کو اپنے لپیٹ رہی پائینتی شاہزادے کے لیٹ
ہوا جب نمودار روئے سحر وہ شہزادہ اٹھ کر کے آیا اِدھر
محل سے نکل کر ہوا وہ سوار گیا جانبِ خانۂ خواستگار
نہ بولا، نہ کچھ بات دلہن سے کی یہ بیٹھی جہاں پر تھی بیٹھی رہی
ہوا دوسرے روز پھر اتفاق تو اُس کو نظر آیا وہ ہی نفاق
شبِ اولیں جس طرح سے کٹی کٹی اُس سے بدتر شبِ دویمی
دلہن کو ہوا دل سے رنج و تعب تمنائے دل اس کی دل میں ہی سب
غرض تیسرا دن جب آیا نظر چلا شاہزادہ پھر اٹھ کر اُدھر
یہ بولی کہ سنیے تو اے نامدار یہ لونڈی ہوئی کیوں ہے تقصیر وار
زبانِ سخن کیوں نہیں کھولتے خطا میری کیا جو نہیں بولتے
کہا درد سے کچھ افاقہ نہیں خطا اِس میں تیری نہیں اے حسیں
یہ کہہ کر وہاں سے وہ راہی ہوا تلطّف ذرا بھی نہ اُس سے کیا

داستان حال دریافت کرنا بچتّر کنور کا اپنی ساس سے دربارہ بے لطفی شاہزادے کی

پلا مشک بو مجھ کو ساقی شراب کہ جس سے مٹے دل کا یہ پیچ و تاب
سرور اُس سے حاصل ہو دل کو مرے جو رازِ نہاں ہے وہ اُس سے کھلے
گئے جب گذر اس طرح چند ماہ ہوئی شاہزادے کو اس کی نہ چاہ
ہوئی اس کو تشویش پیدا کمال کہا دل سے اے دل یہ کیسا ہے حال

گئی ایک دن سوچ کر ساس پاس — پریشان و غمگین و چہرہ اداس
ادب سے کیا جا کے اس کو سلام — وہ بولی کہ آ بیٹھ اے خوش خرام
کہو کس لیے تم پریشاں ہو آج — یہ باعث ہے کیا جو ہراساں ہو آج
کہا مجھ کو تشویش ہے یہ کمال — بتائیں اگر آپ کچھ صاف حال
تو اُس کا بیاں آپ سے میں کروں — جو منظورِ خاطر ہو اُس رہ چلوں
کہا جان میری کرو اب بیاں — ترے دل میں جو ہے نہاں داستاں
کہا ہے عجب شاہزادے کا حال — کہ ہر روز آ کر وہ فرخ خصال
پلنگ پر فقط شب کو رہتے ہیں سو — بہم دخل کیا گفتگو کچھ جو ہو
اور آنکھوں کا کھلتا نہیں ماجرا — مجھے یہ نیا درد پیدا ہوا
یہ آنکھیں ہیں کیسی کہ مدت ہوئی — جو اچھی نہیں ہونے آتی ہیں جی
یہ سن کر کے بولی وہ شیریں زباں — کہ اے سیم تن، نازنین جہاں
کہا میں نے تم سے نہ تھا ایک روز — چھبلیا پہ مائل ہے یہ دلفروز
فدا شاہزادے کی اُس پر ہے جاں — فریب اُس کا کچھ ہوگا اے دلستاں
بسر اُس کے گھر میں یہ کرتا ہے روز — سرِ شام آتا ہے یاں دلفروز
یہ احوال جب اس سے اُس نے سنا — کہا آج معلوم مجھ کو ہوا
اگر ہوں میں لڑکی زمیندار کی — تو خود جا کے اُن کو میں لے آؤں گی
یہ کہہ کر وہاں ساس کو کر سلام — ہوئی جانبِ قصر خود خوش خرام

داستان گوجری بن کے جانا بکتر کنور کا پاس شاہزادے کے اور لے آنا نشانی شہزادے کی

تامّل کچھ اس میں نہ کر ساقیا — مئے لالہ گوں سے مجھے دے چھکا
کہ ہے دل کو غم سے بہت پیچ تاب — جگر بھن رہا ہے بسانِ کباب

سنی ساس سے جب یہ اُس نے خبر — تو پھر جلد تدبیر یہ سوچ کر
کہا کوئی ناظر کو لاؤ بُلا — ابھی جلد جا کر کے مثلِ صبا
یہ سن کر کے خادم ہوئے اک رواں — کیا لا کے ناظر کو حاضر وہاں
اِسے اُس نے چپکے علیحدہ بلا — دیا گوجری کے مکاں کا پتا
کہا اشرفی ایک دینا اسے — اور اُس سے یہ کہنا کہ کچھ کام ہے
طلب تجھ سے پوشاک و زیور کیا — ضرورت ہے دے اے بُتِ دلربا
دہیڑی کوئی اور اچھی جما — چھبڑیا میں رکھ کر کے دے خوش ادا
یہ ارشاد ناظر نے جس دم سنا — وہ سب جا کے اُس سے اِسے لا دیا
غرض اِس نے چپکے سے کمرے میں جا — اُس اسباب کو اپنے تن پر سجا
دیا حکم ناظر کو یہ برملا — نہ پھر کر کے آؤں میں جب تک بھلا
خبردار اندر نہ جاوے کوئی — اور اِس حال کو سن نہ پاوے کوئی
یہ کہہ اور دہیڑی کو رکھ اپنے سر — گئی ساس کے پاس وہ حیلہ کر
کہا آج لائی ہوں میٹھا دہی — ذرا کھایئے اے مری ساس جی
وہ بولی کہ اے دلبرِ گل رخاں — ترا نام کیا ہے کہاں ہے مکاں
نئی آج آئی کہاں سے ہے تو — پتا تو بتا اے مہِ خوب رو
یہ بولی کہ مدّت سے اے مہرباں — ترے زیرِ سایہ ہے میرا مکاں
مگر مجھ کو پہچانتی ہو نہیں — کہا اُس نے ہاں میں نے دیکھا کہیں
ہوئے جب یہ آپس میں اُن کے کلام — تو ہنس کر کیا اس نے اُس کو سلام
کہا ہوں بہو آپ کی اے حضور — ولیکن مرا بخشیے گا قصور
رہے آپ کو اس کا ہر دم خیال — کسی پر کھلے میرا ہرگز نہ حال
چلی اب یہ لونڈی تمھاری وہیں — جہاں شاہزادہ ہے مسکن گزیں
مددگار میرا اگر ہے خدا — تو لاتی ہوں اُن کو وہاں سے ذرا

یہ احوال جب ساس نے سب سنا
کہا خیر بہتر ہے اب جلد جا

ہوا دل سے مجھ کو بھی اب یہ یقیں
کہ نقشِ تمنا ہو کرسی نشیں

غرض ہو کے رخصت وہ زہرہ جبیں
سرا میں گئی ناز سے نازنیں

وہاں جا کے بولی وہ سروِ سہی
دہی لو دہی لو دہی لو دہی

اِسے دیکھ کر لوگ حیراں ہوئے
دہی کے دل و جاں سے خواہاں ہوئے

جسے دیکھتی تھی یہ بھر کے نگاہ
اُسی کے جگر سے نکلتی تھی آہ

لگے لوگ کہنے یہاں آیئے
ہمیں بھی دہی کچھ دیے جایئے

کوئی بولا تشریف اِدھر لایئے
دہی کا ہمیں مول بتلایئے

اسے کچھ کسی سے نہ تھی گفتگو
مکاں کے چھبیلی کی تھی جستجو

غرض جا کے جس دم وہ پہنچی وہاں
جہاں شاہزادہ تھا جلوہ کناں

کہا شاہزادے نے اے مہ جبیں
دہی مول لیں گے تمہارا ہمیں

یہ سنتے ہی آواز پہنچی قریب
کہا لیجیے اے مہِ دل فریب

نظر اُس کو آئی جو وہ نازنیں
کہا دل سے کمتر ہیں ایسے حسیں

محبت نے دل میں کیا کچھ اثر
تو ششدر ہوا وہ اسے دیکھ کر

چھبیلی نے دیکھا جو یہ ماجرا
کہ ہے دل مرے دلربا کا فدا

کہا گوجری سے کہ اے گوجری
نہیں دھیان میرا ہے تجھ کو ذری

نئی بیچنے آج آئی دہی
دہی لو دہی لو مجھے لو سہی

دیا کھول گھونگھٹ ہوئی بے حجاب
دکھانے لگی حسن کی آب و تاب

نہیں قوم گوجر سے شاید ہے تو
کنیزک ہے گوجر کی اے زشت رو

سنا سخت اِس نے جو اُس سے کلام
کہا مال زادی کا کرتی ہے کام

تری قوم کیا جس پہ نازاں ہے تو
مسافر کو ٹھگتی ہے اے تندخو

بچھا چارپائی کو کونے میں جا
کراتی ہے کام اپنا اے بے حیا

رہے چولہہ چکی پہ تیری نظر
رہے دھیان چوری کا آٹھوں پہر

جب آوے مسافر خوش آمد کریں
ٹکا جب نہ پاوے تو دشنام دیں

چلے گی نہ مجھ سے کوئی تیری چال
نہ ہو بدگماں اتنی اے بدخصال

چھبیلی سے کر کے یہ دو دو کلام
کہا شاہزادے سے اے ذوالکرام

جو لینا ہو منظور تو لیجیے
دہیڑی نہیں میری دے دیجیے

نہیں ہے یہ اب وقت تکرار کا
سوا رنج کے کچھ نہیں فائدہ

کہا شاہزادے نے اے گوجری
بتاؤ تو کیا مول اِس کا ہے جی

کہا بس ٹکے لاکھ اِس کے ہیں مول
جو لینا ہو تو دیجیے دام کھول

مگر چھانچھ کا آپ کو ہے مزہ
دہی کا مرے مول جانے تو کیا

شکر چھوڑ کے اپنے گھر کی یہاں
کرے گڑ کی خواہش جو اے دلستاں

بھلا اس سے حاصل ہو کیا کامِ دل
جو راہِ محبت میں ہو مضمحل

دُکھے رات بھر دردِ فرقت سے آنکھ
کٹی صبح تک زندگی کانکھ کانکھ

یہ سن کر چھبیلی نے ہو کر خفا
کہا مول کرتی ہے تو اپنا کیا

ذرا سا دہی اور یہ اس کا مول
اری باولی جوٹھ اتنا نہ بول

دہی بیچنے کو تو آئی یہاں
و یا مول کرتی ہے اپنا بیاں

ہوئی شاہزادے پہ کیا تو فدا
بتا حالِ دل اپنا مجھ کو ذرا

کہا گوجری نے کہ اے بے حیا
سڑن ہے کہ سودا تجھے ہوگیا

یہ کہہ کر چھبیلی سے اور مسکرا
کہا شاہزادے سے بہرِ خدا

جو لینا دہی ہو تو دو دام کھول
جلے اور کٹے کیوں سناتے ہو بول

کہا شاہزادے نے اے رشکِ حور
دہیڑی تری لیویں گے ہم ضرور

مگر پاس اپنے یہاں اس قدر
گرہ میں نہیں ہے مرے سیم و زر

مگر مال حاضر ہے لے جایئے
گرو کر کے زر کام میں لایئے

سحر گاہ کل اے میری گوجری — لے آنا دہیڑی جما دوسری
نہ کرنا خیال اِس کا دل میں ذرا — کہ مجھ کو نہ کچھ اس کے بدلے ملا
کریں گے سحر تم کو مسرور ہم — تمھیں دیں گے قیمت خدا کی قسم
یہ سن گوجری نے کیا یوں کلام — کہ بہتر ہے دے دیجیے مجھ کو دام
کیا دل سے پھر اپنے یہ مشورہ — نشانی سے مطلب نکل آئے گا
جو ہاتھ آئے اِس سے وہ لے لیجیے — دہیڑی اِسے چپکے دے دیجیے
یہ تجویز کر کے وہ رشکِ پری — لگی کہنے دیر اب ہوئی ہے بڑی
جو منظور دینا ہو وہ دیجیے — عنایت دہیڑی نہیں کیجیے
یہ سن شاہزادے نے فوراً اُتار — گلے سے دیا اُس کو موتی کا ہار
غرض ہار لے کر یہ رخصت ہوئی — چھبیلی سے بولا وہ سروِ سہی
کہ کم ہیں صنم ایسے صاحب جمال — زمانہ میں جن کا نہیں ہے مثال
ہوئی سن کے اس بات کو وہ خفا — کہا آپ کو خبط پیدا ہوا
یہ ہوتی ہیں کم قوم اے مہرباں — جو دے چار پیسے رہیں یہ وہاں
دہی بیچنے کا یہ لیتی ہیں نام — مگر کرتی پھرتی ہیں اپنا پیام
ہوئی گوش زد گوجری کے یہ بات — کہ نزدیک ہی تھی وہ فرخ صفات
کہا بک رہی ہے تو کیا نابکار — طرح میں تجھے دے چکی چند بار
نہ عیاش ہیں ہم نہ بیہودہ گو — کہ یاروں کی خاطر پھریں کو بہ کو
چھبیلی نے یہ سن کے پاسُخ دیا — کہ کہتی ہے کیا مجھ سے اے بیسوا
ترا اس میں مطلب بڑا ہے یہی — ملا دودھ پانی جماوے دہی
اُسے بیچنے لائی بازار میں — زبانی جمع خرچ اپنا کریں
دکھا ناز و نخرا خریدار کو — پھنساتی ہیں پھندے میں زردار کو
چل اب شاہزادے سے کرنا نہ بات — کہاں تو کہاں یہ شہِ نیک ذات

یہ کہہ کر کے جو دل میں کچھ آ گیا — پلنگ پر گئی بیٹھ عاشق کے جا
ہوا رشک تب گوجری کو کمال — کہ تھا اُس کا شوہر وہ فرخ خصال
کہا اُس نے سنتی ہے اے بے حیا — بھلا چاہتی ہے گر اپنا ذرا
پلنگ پر سے نیچے اتر نابکار — نہیں تو گرادوں گی میں مار مار
اور انصاف میرا تو اے بیسوا — اِنھیں شاہزادے سے ہوگا بھلا
بلا کے تجھے اور کولھو میں ڈال — نکلوا دوں گی تیل اے بدخصال
سنا شاہزادے نے جب یہ کلام — چھبیلی سے فرمایا اے لالہ فام
پلنگ پر سے دم بھر کو جاؤ اتر — پھر آ بیٹھنا یہ تمھارا ہے گھر
چھبیلی یہ سن کر کھڑی ہوگئی — اِدھر خاطر اس کی ہری ہوگئی
کہا شاہزادے نے پھر مسکرا — کہ اے گوجری دلبرِ خوش ادا
جہاں حسن کا تیرے پامال ہے — بتا تیرے گوجر کا کیا حال ہے
کہا گوجری نے کہ اے مہرباں — کروں اُس کی صورت کا کیا میں بیاں
حسیں ہے بہت اور بڑا نیک نام — تمھیں سا ہے سردارِ عالی مقام
مگر سادہ لوحی سے ناچار ہوں — جو مطلب نہ سمجھے تو پھر کیا کہوں
شکر چھوڑ گھر کی کرے گڑ پہ میل — اُسے آدمی جانیے یا کہ بیل
رہے رات بھر درد آنکھوں میں روز — وہاں اور یہاں دل کو رونق فروز
تکلف نہیں اِس میں اے خوش خصال — بیاں جو کیا میں نے گوجر کا حال
یہ کہہ کر وہاں سے وہ راہی ہوئی — پھر اُس نے پکارا اِدھر آؤ جی
ہوئی جب کہ حاضر وہ آ کر پری — کہا بات بتلاؤ یہ تو ذری
مکاں کس محلّہ میں ہے آپ کا — وہاں کا پتا تو بتاؤ ذرا
کہا ہے جہاں پائینتی کی سرا — وہاں پر ہے مسکن گزیں عاجزہ
یہ کہہ کر کے جلدی سے پھر اپنے گھر — ہوئی جا کے داخل وہ رشکِ قمر

داستان تلاش کرنا شہزادے کا سرائے پائینتی کی شہر میں بہ عشق گوجری بہ سبب سادہ لوحی کے

پلا جلد اے ساقیٔ غم تراش — وہ دارو کہ ہو نشّہ جس کا نہ فاش
کروں پی کے معشوق کی جستجو — پھروں اُس کو میں ڈھونڈھتا چار سو
ہوئی گوجری جب روانہ اُدھر — دلِ شاہزادے کو کر منتشر
محبت کے لشکر نے جلدی سے آ — دلِ شاہزادے میں ڈیرہ کیا
ہوا افسرِ عشق کو یہ خیال — کہ معشوق کے ساتھ چلیے وہ چال
کہ تا وہ دل آرام تسخیر ہو — محبت کی ہو آپ وہ راہ جو
سمجھ کر کے یہ دل میں وہ مہ لقا — چلا ڈھونڈھنے پائینتی کی سَرا
چھبیلی سے بولا کہ اب اے صنم — ذرا سیر کو چوک جاتے ہیں ہم
یہ کہہ اور گھوڑے پہ ہوکر سوار — چلا چوک کی سیر کو نامدار
کہا چوک میں پھر یہ خادم سے جا — تماشا یہ بڈّھا جو ہے دیکھتا
یہ جا کر کے پوچھ آ، تو اس سے ذرا — کہاں پائینتی کی یہاں ہے سَرا
ہوا اس سے جاکر وہ جب ملتجی — سرا پائینتی کی کہاں پر ہے جی
وہ بولا کہ بڈّھا ہوا میں یہاں — سنا اس سَرا کا نہ نام و نشاں
کسی اور سے پوچھ اے نوجواں — کہ وہ جانتا ہووے شاید یہاں
غرض دوسرے کے گیا جب وہ پاس — کہا یہ سَرا کیسی اے بدحواس
مگر ہاں بلا شک وہ ہوگی وہاں — ترے باپ دادا نے ڈالی جہاں
بھلا اور تجھ کو کہوں کیا جواں — جہاں سے تو آیا چلا جا وہاں
یہ سن کر کے خادم پشیمان ہو — کہا شاہزادے سے حیران ہو
سَرا کا پتا تو نہیں ہے کہیں — تجسس بھی اِس کا مناسب نہیں
ہوا سن کے مایوس یہ نوجواں — پھرا جانبِ خانۂ دلستاں

وہاں دو گھڑی دن وہ کر کے تمام — محل کو ہوا اپنے پھر خوش خرام
یہاں آکے آنکھوں سے پٹی لپیٹ — پلنگ پر رہا جا کے اپنے وہ لیٹ
اِدھر وہ بتِ نازنیں مہ لقا — کر اپنے کو آراستہ خوب سا
یہ کرتی ہوئی اپنے دل سے گماں — کرے گا مجھے پیار وہ نوجواں
گئی ناز غمزہ سے جب اس کے پاس — تو دیکھا اُسی طور اُسے بدحواس
رہی دو گھڑی تک کھڑی وہ پری — نہ بولا وہ شہزادہ اُس سے ذری
کہا جب پھر اس نے کہ اے مہرباں — بھلا سو رہیں آج کہیے کہاں
کہا پائینتی سو رہو اے صنم — نہیں درد آنکھوں کا ہوتا ہے کم
یہ سن ہو کے ناچار وہ خوش خصال — رہی سو وہاں شرم کھا کر کمال
کہا دل سے اے مونس و غم گسار — یہ تدبیر آئی نہ کچھ اپنی کار

داستان سوار بن کے جانا بچتر کنور کا ہمراہ شاہزادہ واسطے شکار کے اور کانٹا لگنا پاؤں میں

پلا دارویٔ دلربا ساقیا — پھروں نشہ میں جس کے میں جھومتا
گیا جب کہ اُس روز بھی سیم بر — دمِ صبح اٹھ کر چھبیلی کے گھر
بلا اِس نے ناظر کو اُس سے کہا — لباس اور ہتھیار مردانہ لا
اور اُس کے سوا ایک رہوار ہو — یہ دے حکم جلدی سے طیّار ہو
کہ جاؤں گی آج اُس پہ ہو کر سوار — میں اپنا بنا ٹھاٹھ مردانہ وار
یہ سن کر کے ناظر نے جلدی سے آ — لباس اور ہتھیار اچھے منگا
کیے لا کے حاضر جو اُس کے حضور — تو خوش ہوگئی وہ سراپائے نور
ہٹا کر کے سب کو وہاں آس پاس — سجا تن پہ مردانہ اس نے لباس
لگائے قرینہ سے ہتھیار سب — کہا پھر یہ خواجہ سرا سے کہ اب

ہوا کا یہاں پہ نہ ہووے گذر
نہ ہوں جب تلک قصر میں جلوہ گر

یہ کہہ اور گھوڑے پہ ہو کر سوار
مکاں سے سَرا کو چلی گل عذار

وہاں جا کے یہ چاکروں سے کہا
کرو مطلع شاہزادے کو جا

ملاقات کو ان کی آئے ہیں ہم
ذرا رنجہ فرمائیں اپنا قدم

کیا چاکروں نے یہ اُس سے بیاں
کہ اِس وقت وہ نامدار جہاں

درونِ محل اپنے ہیں جلوہ گر
کریں ہم خبر کس سے اے نامور

کسی وقت تشریف پھر لایئے
سحر گہ و یا شام کو آیئے

تو ہوگی ملاقات اُن سے یہاں
کہ باہر نکلتے ہیں وہ بے گماں

یہ سن کر اِسے طیش جو آگیا
تو کوڑے سے چاکر کو پانچ دیا

کہا خیر ہے گر خبر کر دے جا
نہیں کھال کوڑوں سے دوں گا اڑا

یہ سنتے ہی چاکر مخوّف ہوا
کیا عرض یہ شاہزادے سے جا

کہ آیا ہے اِس وقت یاں اک جواں
شجاعت ہے تیور سے اُس کے عیاں

بڑے حسن اور روپ کا ہے جواں
ڈَہَنکتا ہے وہ مثلِ شیرِ ژیاں

عجب طرح کا ہے جواں تندخو
کہ کوڑے سے کرتا ہے وہ گفتگو

تامل مجھے جو خبر میں ہوا
تو رنجور کوڑے سے مجھ کو کیا

کہا شہ نے تلوار لا تو اٹھا
ابھی قتل کرتا ہوں میں اُس کو جا

یہ کہہ اور غصہ سے تیور چڑھا
یکایک وہ ڈیوڑھی کے باہر ہوا

مخاطب ہوا جب وہ آکر اِدھر
یہ بولے کہ مجرا ہے اے نامور

نظر بھر کے دیکھا جو اُس کا جمال
گیا بھول غصہ ہوا خوش کمال

کہا اُس سے اے صاحبِ عزّ و شاں
کہاں سے تم آئے، وطن ہے کہاں

یہ بولا کہ میں ہوں مسافر یہاں
ٹِکا پائینتی کی سَرا میں وہاں

مگر شوق ہے مجھ کو نخچیر کا
سنا میں نے حضرت کو مجھ سے سوا

سو دل میں مکاں سے ارادہ یہ کر
قدم بوس ہونے کو آیا اِدھر

کہ چل کر کریں ہم کسی جا شکار
دکھاویں ہنر آپ کو نامدار

کہا خوب بہتر میں ہمراہ ہوں
جدھر حکم ہو اُس طرف کو چلوں

کہا آدمی سے کہ گھوڑے کو لا
وہ خود پا پیادہ روانہ ہوا

ہوا جب کہ شہزادہ پیدل رواں
تو دل میں یہ سوچی کہ اے دل یہاں

مناسب نہیں جو رہوں میں سوار
میرے ساتھ پیدل چلے شہریار

کہا شاہزادے سے اے نامدار
میں پیدل چلوں آپ ہو لیں سوار

وہ بولا کہ اے صاحبِ ذی شعور
تکلف محبت میں کیا ہے ضرور

کہ اتنے میں چاکر لیے راہوار
ہوا آ کے حاضر برائے شکار

ہوا شاہزادہ بھی فوراً سوار
چلے مل کے پھر دونوں بہرِ شکار

ہوا ایک جنگل میں اُن کا گذر
اک آہو پڑا سامنے سے نظر

ہوئے اُس کے پیچھے یہ دونوں دواں
کیے تیر دونوں نے اُس پر رواں

نشانے سے باہر پڑے دونوں تیر
ہوا چوکڑی بھر کے وہ راہ گیر

تب اِس مہ جبیں نے یہاں طیش کھا
کماں سے پھر اک تیر راہی کیا

وہ جا کر کے اُس کے لگا جب وہاں
تو زخمی ہوا آہوئے خستہ جاں

جب آہو کا یہ حال آیا نظر
پڑے دونوں گھوڑے سے نیچے اتر

وہاں شاہزادے نے جلدی سے جا
اسے ذبح کرکے لے آیا اٹھا

پھرے جب وہاں سے یہ دو نوجواں
تو کانٹا کہیں پاؤں میں ناگہاں

چبھا اس جواں کے جو ہمراہ تھا
گیا بیٹھ اُسی جا پہ وہ مہ لقا

کہا شاہزادے نے اے نوجواں
لگا تیرے کانٹا میں دیکھوں کہاں

اٹھا پاؤں کو ہاتھ میں لے لیا
چبھا تھا جو کانٹا وہ باہر کیا

ہوا دل میں اپنے یہ اندوہ گیں
کہا کیا لگاؤں دوا مہ جبیں

وہ بولی کہ کپڑا ذرا پھاڑ کر   مرے پاؤں کو باندھ دو جلد تر

پھر اسوار دل دادہ نے پھاڑ کے   وہیں اپنا رومال باندھا اُسے

ہوئے پھر وہ گھوڑے پہ دونوں سوار   چلے جانبِ شہر کر کے شکار

کہا شاہزادے نے پھر اے جواں   یہ کانٹا لگا جو ترے ناگہاں

کہوں کیا طبیعت جو غمناک ہے   تردد سے سینہ مرا چاک ہے

یہ بولے کہ کیا غم ہے اے شہسوار   جو ہو مرضیِ پاک پروردگار

کہا تیری صحبت سے اے نوجواں   خوشی دل کو جو ہے کروں کیا بیاں

مگر یہ بتاؤ کہ اے مہرباں   یہاں پر ہو مسکن گزیں تم کہاں

کہا عرض کی تھی یہ میں نے وہیں   سَرا پائیتی میں ہوں مسکن گزیں

کہا کل مرے پاس اک گوجری   نہایت طرح دار رشکِ پری

دہی بیچنے لائی تھی اے جواں   وہ مسکن بتاتی تھی اپنا واں

یہ بولی کہ اُس گوجری کا مکاں   مرے گھر کے ہے پاس اے مہرباں

کہا اُس کا کیا حسن اور ناز ہے   یہ بولی کہ باخُلق دمساز ہے

کہا وصل کیونکر ہو اُس سے جواں   کہا آؤ کل تم ہمارے یہاں

کہا خوب و بہتر ہے اے مہرباں   کرم کیجیے آج میرے یہاں

جو حاضر ہے وہ نوشِ جاں کیجیے   تکلف کو اس میں نہ رہ دیجیے

سرِشام پھر آپ و ہم ہو سوار   چلیں گے پئے سیر اے گل عذار

یہ سن کر کے خاموش یہ ہو رہی   کہ پہچانا مجھ کو نہ اِس نے ابھی

مناسب ہے یاں سے جدا ہو چلوں   بھلا کس لیے آپ مطعون ہوں

یہ تجویز کر کے کہا مہرباں   تمہارا یہ گھوڑا ہے کیسا رواں

ذرا اِس کو جولاں تو اب کیجیے   مرے اسپ کی سیر پھر دیکھیے

یہ سن شاہزادے نے کھینچی لگام   کیا اپنے رہوار کو تیز گام

دکھایا اُسے سب نشیب و فراز   نہ سمجھا کہ اِس میں چھپا کیا ہے راز

کہا شاہزادے سے ہاں خوب ہے   مجھے جانور ایسا مرغوب ہے

بس اس باد پا کو مرے دیکھیے   کہ کس طرح کی اِس میں چالاکی ہے

یہ کہہ کر کے گھوڑے کے چابک لگا   اڑی اُس جگہ سے وہ شکلِ صبا

ہوئی آ کے داخل محل میں یہاں   رہا شاہزادہ وہاں نیم جاں

کھلا رازِ بستہ کا اس کے نہ حال   مشوش ہوا اپنے دل میں کمال

کہا دل سے کل گوجری خوش خصال   دہی لے کے آئی تھی مثلِ جمال

اور آج اس طرح کا حسیں یہ جواں   رواں ہوگیا دے کے دم ناگہاں

گھڑی بھر تلک خوب کی جستجو   پھر آخر وہاں سے وہ مایوس ہو

چھبیلی کے گھر آ کے داخل ہوا   وہ بولی کہاں تھے مرے مہ لقا

کہا کیا کہیں دل کا جو حال ہے   کیا دردِ فرقت نے پامال ہے

پھر اُس سے کیا حال سارا بیاں   نہاں راز اُس پر ہوا جب عیاں

کہا تب چھبیلی نے اے نامدار   کرو رنج اِس کا نہ تم زینہار

میسر اگر ہے تمھیں سیم و زر   بہت ایسے آئیں گے پیشِ نظر

مگر کل سے یہ کیا تمھیں ہوگیا   حسیں جس کو دیکھا ہوئے مبتلا

کہا شاہزادے نے اے جانِ جاں   کہیں ہاتھ آتے ہیں ایسے جواں

طلب مانگتا مجھ سے وہ جس قدر   فزوں اُس سے دیتا اُسے سیم و زر

مگر کیجیے کیا کہ وہ ناگہاں   بغیر از کہے ہوگیا بس رواں

داستان بیانِ حال کرنا بہتر کنور کا شاہزادے سے اور چارنگہ ہونا اُس کا، اُس سے

کہاں تک کروں ضبطِ غم ساقیا   سہوں دل پہ رنج و تعب تا کجا

بس اب بھر کے ساغر مئے سرخ کا   پلا جلد بہرِ خدا ساقیا

کہ نشّے میں پردہ حیا کا اٹھا   کہوں حال دل اپنا اب برملا
چھپا برج مغرب میں جب آفتاب   محل میں در آیا وہ خانہ خراب
تو عادت سے اپنی وہ چوکا نہیں   کیا بستہ آنکھوں کو اپنے وہیں
پکڑ ہاتھ ناظر کا جلدی سے آ   پلنگ پر گیا لیٹ وہ مہ لقا
کیا دل سے اپنے یہ دل میں خیال   کہ ہے ایک مدت سے میرا یہ حال
کہے گی یہ دل میں یہی مہ جبیں   کہ ہوتا اگر درد اس کے کہیں
تو کرتا کسی روز تو آہ آہ   یونہی باندھے پٹی ہے یہ خواہ مخواہ
مناسب کہ کچھ اس سے حیلہ کروں   دمِ سرد اس وقت دل سے بھروں
تصور یہ کر کے وہ رشکِ قمر   لگا لینے کروٹ اِدھر اور اُدھر
بہانہ سے کہتا تھا ہے ہے خدا   نجات اس بلا سے ملے گی نہ کیا
اُدھر سے وہ کر کے جو آئی سنگار   تو دیکھا کہ ناحق ہے یہ بے قرار
پلنگ پر رہی لیٹ چپکے سے جا   لگی خود بھی کہنے کہ ہے ہے خدا
مرے پاؤں میں آج ہوتا ہے درد   عجب کیا جو ہوجاؤں اس غم سے سرد
تپک ہے مرے پاؤں میں اس طرح   لگے تیر کاری کہیں جس طرح
یہ سن شاہزادے کو آیا خیال   مری نقل کرتی ہے یہ خوش خصال
بہت اپنے دل میں پشیماں ہوا   خفا ہو کے بولا کہ بکتی ہے کیا
کیا مجھ کو آنکھوں نے خستہ کمال   تجھے درد پا کیوں ہوا بدخصال
بھلا فرش گل پر ہو جس گل کی جا   کرے درد پیر اُس کا کیونکر بھلا
کہا اس نے میری بھی سنیے ذری   بہت دن سے آنکھیں دکھیں آپ کی
وہاں چل کے ہوتا ہے کیونکر شکار   بتاؤ مجھے جلد اے شہسوار
یہاں رات کو درد واں دن کو سیر   محبت ہے غیروں سے اور ہم سے بیر
یہ سن شاہزادے نے اُس کے کلام   کہا ہنس کے اس سے کہ اے نیک نام

جواب اس کا دے جلد اے دلربا   ترے پاؤں میں درد کیونکر ہوا
کہا کس زباں سے کروں میں بیاں   عیاں ہے کہ ہمراہِ جانِ جہاں
ہرن کا کیا جب کہ میں نے شکار   تمھیں یاد ہووے گا اے تاجدار
وہاں پاؤں میں میرے کانٹا لگا   تمھیں نے اُسے کھینچ باہر کیا
وہی درد کرتا ہے اے میری جاں   اُسی کا مرے دل میں غم ہے نہاں
گئی تھی جواں بن کے میں نوجواں   وہی گوجری ہوں میں اے دلستاں
ذرا کھول کر آنکھ تو دیکھیے   تردد نہ اب دل میں کچھ کیجیے
کرو گے جو اِس عقل سے انتظام   تو یہ ملک پامال ہوگا تمام
کہا شاہزادے نے اے گل عذار   تو ہی تھی مرے ساتھ مردانہ وار
کہا ہاں میں ہی تھی میں ہی اے عزیز   ہوئی مرد و زن کی نہ تم کو تمیز
کہا گوجری بھی تو ہی تھی بنی   کہا ہاں میں ہی ہوں وہ سروِ سہی
کہا کچھ نشانی ہے اے مہ جمال   کہا ہار حاضر ہے اے خوش خصال
کہا خیر لاؤ اُسے اب یہاں   میں دیکھوں تو وہ کیا ہے اے میری جاں
یہ سن کر کے جلدی سے وہ نونہال   وہ مالا جو لائی تھی لائی نکال
کہا دیکھ تو یہ وہی ہے وہی   لیا تم نے تھا جس کے بدلے دہی
اُسے شاہزادے نے پھر اُس سے لے   لگا دیکھنے بھالنے ہاتھ سے
یہ بولی کہ اے صاحبِ ذی شعور   تردد نہیں اِس میں کچھ ہے ضرور
مری سمت سے پیٹھ کو موڑ کر   اسے آنکھ سے دیکھ لو اک نظر
سن اس بات کو پھر وہ سروِ رواں   لگا سوچنے دل میں اپنے یہاں
کہا دل سے اِس ہار کو دیکھ لو   مگر پھر یہ سوچا کہ ایسا نہ ہو
کہ آنکھوں میں میری کچھ آئے ضرر   اسے دیکھتے ہی ہو پیدا خطر
تصوّر یہ پھر دل میں اُس نے کیا   کہ اک آنکھ سے دیکھ لوں میں بھلا

اگر ایک پھوٹے گی تو دوسری   رہے گی مری آنکھ کی روشنی

غرض بات یہ دل میں وہ ٹھان کر   وہیں اس کی جانب سے منہ موڑ کر

کیا آنکھ کو کھول اُس نے خیال   تو دیکھا کہ یہ تو ہمارا ہے مال

جو اُس روز تھا گوجری کو دیا   خداوند کیسا ہے یہ ماجرا

اُسے دیکھتا تھا یہ لیٹا ہوا   کھڑی سامنے آ ہوئی مہ لقا

دوچار آنکھیں دونوں کی جب ہوگئیں   تو دیکھا عجب حسن ہے نازنیں

دیا دونوں آنکھوں کو پھر اس نے کھول   طبیعت کے میزاں میں خوب اپنے تول

اٹھا بے قراری سے پھر مہ لقا   یہ چاہا گلے سے اسے لوں لگا

وہ بولی کہ سنیے ذرا مہرباں   کٹاری کمر میں ہے میرے نہاں

اگرچہ ہے خادم کنیز آپ کی   پر اک بات سن لیجیے اب مری

کہ وہ مدعی جاں نثارِ حضور   جلایا ہے جس نے مجھے بے قصور

اُسے حکم ہو جائے گر قتل کا   تو نکلے گا صاحب کا بھی مدعا

تردد اگر اِس میں کچھ بھی ہوا   دمِ صبح دیکھو گے مجھ کو مُوا

کٹاری کو میں پیٹ میں مار کر   جہاں سے گزر جاؤں گی بے خطر

یہ سن کرکے شہزادہ چپ ہو رہا   گیا بیٹھ اپنے پلنگ پر وہ آ

کہا ہونے دے صبح تو اے صنم   مٹاؤں گا دل سے ترے رنج و غم

غرض رات تو وہ الم میں کٹی   گھڑی جو کٹی درد و غم میں کٹی

داستان دربارِ عام کرنا شاہزادے کا اور سزا پانا چھبیلی کا

براہِ عنایت مجھے ساقیا   برانڈی کا اک جام بھر کے پلا

کہ ہے شادی و غم کا ساماں جہاں   ذرا چل کے دیکھوں وہاں کا سماں

نمایاں ہوا جب کہ روئے سحر   کہا شاہزادے نے ہاں جلد تر

حضوری میں حاضر ہوں سب خاص و عام   کہ ہے دشمنِ دل سے اب انتقام

کریں گے جلوس آج اپنا حضور   کرے حاضری میں نہ کوئی قصور

ہوئی سب کو اس حکم سے جب خبر   اراکین دولت کے تھے جس قدر

ہوئے آ کے حاضر وہاں پر تمام   کچہری کو آ کر دیا انتظام

ہوئی عرض حاضر ہیں سب جاں نثار   قدم بوسیِ شہ کے امیدوار

یہ سن کر زمن شاہ فرخ سیر   ہوا اپنی مسند پر آ جلوہ گر

جو حاضر تھے مجرے کو واں خاص و عام   لیا حسبِ دستور سب کا سلام

بھرا دل میں غصہ جو تھا رات کا   قیامت کا اُس وقت تھا سامنا

جو دیکھا وزیروں نے چہرے کا ڈھنگ   کہ تبدیل ہے شاہزادے کا رنگ

کہا دیکھیے کون ہو مبتلا   گرفتارِ رنج و الم میں دِلا!

ادھر فکر میں سب یہ تھے مبتلا   اُدھر شاہزادے نے گردن اٹھا

کہا چوب داروں سے تم جلد تر   پکڑ کر چھبیلی کو لاؤ اِدھر

غرض چوب دار ایک دوڑا گیا   اسے لا حضوری میں حاضر کیا

ارادہ کیا اُس نے پہنچی قریب   کہا شاہزادے نے او بدنصیب

بتا اب سزا اُس کی کیا دوں تجھے   دیا ہے جو تو نے فریب اب مجھے

سوا اُس کے رانی ہے اب مدعی   کہ جس کے لیے تو نے یہ بات کی

یہ کہہ کر مخاطب ہوا پھر اُدھر   اراکینِ دولت تھے حاضر جدھر

کہا اِس کی تجویز کیا ہو سزا   کہ اِس نے بڑا جعل ہم سے کیا

چھبیلی نے جو یہ سنا ماجرا   کہا دل سے کیا حشر برپا ہوا

اڑے اُس کے قالب سے ہوش و حواس   ہوا چار جانب سے اُس کو ہراس

لگی عرض کرنے کہ اے نامدار   جہاں میں رہے تو سدا برقرار

مری عرض یہ ایک سن لیجیے   پھر آگے جو منظور ہو کیجیے

یہ بولا سنی ہم نے تیری مدام　　نہ کر مجھ سے اے بے حیا تو کلام
وزیروں نے دیکھا جو یہ ماجرا　　زمینِ ادب چوم کر یہ کہا
مناسب ہے اس کی بھی سن لیجیے　　سزا پھر تو آخر ہے دینا اِسے
کہا خیر بہتر ہے کہتی ہے کیا　　بیاں کر اُسے جلد اے بیسوا
کہا عرض خدمت میں ہے یہ حضور　　کہ مجھ سے ہوا فی الحقیقت قصور
سو یہ بات میری تھی اُس دم تلک　　مددگار میرا تھا جب تک فلک
مرے حال پر لطف کی تھی نظر　　مرا دھیان تھا آپ کو سربسر
نہیں تو مرا کیا یہ مقدور تھا　　کہ یوں جعل کرتی حضوری میں آ
بس اب میں نے جو کچھ کیا ہے برا　　سو اُس کا عوض یہ خدا نے لیا
یہ سن کر وہ شہزادۂ خوش خصال　　ہوا اپنے دل میں مشوّش کمال
ترحّم جو اُس پر اُسے آگیا　　تو اس بات کو سن کے چپ ہو رہا
وزیروں نے بھی رحم اُس پر کیا　　کہا اِس کے خاطر یہی ہے سزا
اسے شہر دہلی سے دیجے نکال　　قدم پھر نہ رکھے یہاں بدخصال
محل کا جو ناظر تھا اُس جا کھڑا　　درونِ محل سن کے دوڑا گیا
کہا جا کے رانی سے یہ ماجرا　　جو گذرا چھبیلی پہ تھا سانحا
سنا جب کہ رانی نے اُس سے یہ حال　　ہوئی مثل آتش کے غصہ سے لال
کہا جا یہ کہہ دو کہ اے نامور　　مری زندگی ہے جو مدّنظر
تو اس کو سزا اس طرح دیجیے　　کہ جس سے لگی آگ دل کی بجھے
ستون آگ سے لال کروایئے　　بدن اس کا تیروں سے چھدوایئے
نہیں میرا مرنا کرو تم قبول　　تردد بھی اس میں عبث ہے فضول
سنا جب کہ ناظر نے یہ ماجرا　　گذارش کیا شاہزادے سے جا
کہا شاہزادے نے اُن سے کہو　　کہ دل میں مشوّش نہ تم اپنے ہو

سزا ہوگی اِس کی یہاں سے وہی　　جو منظور تم کو ہے سروِ سہی
دیا حکم جلاد کو پھر بلا　　کہ کھمبا کرو گرم لوہے کا جا
اِسے اُس سے مضبوط پھر باندھنا　　یہی جعل کی ہے سراسر سزا
گڈھا کھود کے نصف گاڑو اُسے　　کہ عبرت ہو دیکھے سے سب کو جسے
کرو تیر پھر اُس پہ ایسے رواں　　کہ دنیا سے جائے گذر یہ جواں
کرے تا کوئی پھر نہ ایسا قصور　　یہ قصّہ ہو مشہور تا دور دور
دیا حکم اُس نے جو یہ ایک بار　　زمیں کیا فلک کو ہوا انتشار
یہ غل شہر میں پھر ہر اک سُو ہوا　　رمن شہ کو ہے آج غصہ بڑا
کروں اہلِ محفل کا کیا میں بیاں　　کسی کے نہ تن میں تھی اُس وقت جاں
کھڑا تھا جہاں وہ وہاں رہ گیا　　جو باہر تھا اندر نہ پھر جا سکا
اُدھر اُس کو جلاّد نے جلد جا　　بحکمِ خداوند دی وہ سزا
یہاں کا تو قصہ یہ چھُوٹا یہاں　　اب آگے سنو جشن کی داستاں

داستان ترتیب جشن کرنا بچتّر کنور کا اور وصال ہونا شاہزادے سے

وصالِ صنم پیش ہے ساقیا　　کہ دشمن جہاں سے سفر کر گیا
پلا جلد اب وہ مئے مشک بُو　　نہ دکھلائے تا عمر جو غم کا رُو
محل میں وہاں جب یہ پہنچی خبر　　کہ دنیا سے راہی ہوئی فتنہ گر
ہوئی دل میں خوش وہ بتِ مہ لقا　　کہ آج اُس سے بدلا خدا نے لیا
کہا لونڈیوں سے مکاں صاف ہو　　کرو جشن کا آج سامانِ نو
سجو خوب معقول ایسا اُسے　　کہ دل لوٹ جائے جسے دیکھ کے
قرینہ سے ترتیب وہ ہو ضرور　　تصدق کرے جس پہ خورشید نور
ہوئی سوئے حمام پھر جلوہ گر　　بتِ خوب رُو، نازنیں، خوش نظر

نہا دھو کے جس وقت فارغ ہوئی   بنی سرخ جوڑا پہن وہ بنی
کیا خوب اپنے کو آراستہ   لباس اور زیور سے پیراستہ
پہن لعل یاقوت کے نورتن   دلہن بن کے بیٹھی وہ رشکِ چمن
اُدھر لونڈیوں نے مکاں صاف کر   قرینہ سے اس کو سجا خوب تر
کہ جو سیر کو اُس کے جاوے کبھی   تو باہر نکلنے کو چاہے نہ جی
مہیّا کیا پھر یہ ساماں تمام   شراب و کباب و گزک اور طعام
یہاں شاہزادہ بھی تھا بے قرار   بظاہر عدالت پہ تھا نامدار
یہ کہتا تھا دل سے کہ برخاست کر   سوئے قصر چلنا ہے اب جلد تر
مگر کام کچھ ملک کا پیش تھا   کہ اٹھنے میں جس کے تامل ہوا
رہا دوپہر تک وہ سرگرمِ کار   پھر آخر ہوا جب بہت بے قرار
تو اُس نے وزیروں سے پھر یہ کہا   کہ باقی کا کل بند دینا دکھا
یہ کہہ کر وہاں سے اٹھا نامدار   چلا جانبِ قصر ہو کر سوار
درِ قصر پر جب ہوا جلوہ گر   تو ناظر نے کی جا کے اندر خبر
کہ ہشیار ہو شاہِ کشور کشا   درِ قصر پر اب ہے جلوہ فزا
کہ اتنے میں شہزادہ اندر گیا   چلی پیشوائی کو وہ مہ لقا
نظر اُس کو آیا جو روئے صنم   تو اُس نے پکڑ ہاتھ بے رنج و غم
مکاں جو سجا تھا وہاں لے گیا   کیا پیار چھاتی سے اُس کو لگا
گلے میں دیے ہاتھ اُس نے بھی ڈال   چمٹ کر ملی اُس سے وہ خوش خصال
خواصوں نے دیکھا جو یہ ماجرا   بہانے سے سب نے کنارہ لیا
جو پایا یہاں اِس نے خالی مکاں   دبایا مسوسا اُسے خوب واں
ملے اس طرح سے وہ دونوں صنم   کہ جس طرح ہو دودھ پانی بہم
لگے جا کے دونوں گلے اس طرح   ملے راگنی راگ سے جس طرح

کروں وصل کا کیا میں اُن کے بیاں   سہاگہ ہو سونے کے جیوں درمیاں
اُسی طرح سے پھر وہ دونوں صنم   پلنگ پر گئے لیٹ ہو کر بہم
لگی ہونے پھر اور ہی چھیڑچھاڑ   تمنا لگی بند کرنے کواڑ
اِدھر سے یہ کرتا تھا بوس و کنار   اُدھر جوش پر تھی وہ رشکِ بہار
اِدھر سوئے پستاں رواں ہاتھ تھا   اُدھر ناز و غمزہ سے یہ خوش ادا
نزاکت سے کہتی تھی وہ خوش صفات   دباؤ نہ اتنا شہِ نیک ذات
سمندِ ہوس اُس طرف تھا رواں   اِدھر لیتی تھی نازنیں سسکیاں
دھا چوکڑی کی تھی واں دھوم دھام   کلیجے کو رکھنا اِدھر تھام تھام
حیا سے اِدھر منھ کو لینا چھپا   اُدھر کھول دینا وہ انداز کا
کبھی مسکرا دینا منھ دیکھ کے   کبھی بند کر لینا آنکھیں اُسے
کبھی جوڑ کے ہاتھ کہنا وہاں   بس اب دم نکلتا ہے ٹھہرو میاں
جھڑکنا کبھی اور رونا کبھی   سسکنا کبھی شاد ہونا کبھی
غرض دیر تک اس طرح سے وہ جب   رہا گرم بازارِ عیش و طرب
پھر آخر مئے وصل سے جام بھر   اٹھے دونوں بستر سے رشکِ قمر
ہوئی پھر وہاں جشن کی دھوم دھام   رہا ناچ گانے کا جلسہ تمام
کروں کس زباں سے میں اُس کا بیاں   رہا رات بھر جو کہ جلسہ وہاں
کروں حال اُس کا اگرچہ بیاں   تو پوری نہ ہو یہ کبھی داستاں
مناسب ہے اِس سے کہ اب چپ رہوں   اب آگے کا کچھ حال اُس کو لکھوں
بندھا پھر تو معمول اس کا مدام   مقرر کیا دن کو دربارِ عام
سرِشام سے پھر وہ رشکِ قمر   شبِ وصل کرتا تھا اُس سے بسر
ہوئے شاد پھر اُس سے سب خاص و عام   لگے چلنے دورے میں عشرت کے جام
غریبؔ اب کرو شکرِ پروردگار   کہانی ہوئی خوب یہ دل فگار

مراد اُس کی پوری ہوئی جس طرح
الٰہی پھریں سب کے دن اس طرح

مری بھی دعا ہو الٰہی قبول
برائے علی اور آلِ رسولؐ

مراد دلّی سے ہوں میں کامیاب
دعا یہ مری جلد ہو مستجاب

اور اس کے سوا اس کہانی کو جو
پڑھے یا سنے اُس کا دل شاد ہو

رکھے شاد اُس کو جہاں میں خدا
پئے پنج تن پاک زین العبا

ہے اب سامعوں سے یہی التجا
کہ دیکھیں بچشمِ عنایت ذرا

کریں نظم پر کچھ نہ اس کے نظر
مرکب خطا سے ہے ہر اک بشر

کرے جو کوئی سیر بھی ایک بار
دعا سے وہ رکھے مجھے یادگار

کہ اُن کی عنایت سے مجھ کو خدا
کرے عفوِ عصیاں بروزِ جزا

تمام شد

تاریخ خاتمہ کتاب طبع زاد مولف مسمّی تاج بہادر عرف لالہ خدا بخش متخلص بہ غریبؔ خلف منشی عالم چند ساکن تما کو منڈی

بہ اردو ز فضلِ خدا نظم شد
عجب دل کشا، دلستاں، دل فریب

غریبؔ ایں چنیں سالِ فصلی نوشت
فریب النسا داستاں دل فریب

۱۲۷۶فصلی

تاریخ طبع زاد شاعر سخن سنج، ذی شعور لالہ جوگل کشور صاحب متخلص بہ ظہورؔ

غریبؔ سخن داں نہایت رسا ہے
فریب النسا میں بھرا رنگ کیا ہے

گلستانِ مضموں کا ہر گل ہے رنگیں
نہالِ سخن خوب پھولا پھلا ہے

کلامِ غریبؔ سخن داں جو دیکھا
بیاں میں فصاحت ہے بندش صفا ہے

کہا باغبانِ قضا و قدر نے
دمِ فکر مجھ سے یہ غنچہ کھلا ہے

ظہورؔ اب تقارب میں تاریخ لکھو
گلوں میں مرا بلبلِ دل بسا ہے

لکھا مصرعِ سالِ برجستہ میں نے
عجب نظمِ دل کش فریب النسا ہے

۱۸۶۸ء

تاریخ طبع زاد شاعرِ بے مثال، سراپا کمال کنور چندی سہائے صاحب متخلص بہ نہالؔ خلف راجہ جیالال بہادر

فریب النسا منسوبِ غریب [کذا]
نمود از فلک وحیِ گویا نزول

سرِ سال تاریخ داری نہالؔ
بگو قصۂ دلپذیر و قبول

۱۲۸۵ہجری

تاریخ طبع زاد شاعر سخن ور لالہ بنسی دھر صاحب متخلص بہ ہمتؔ

قصۂ دل چسپ چوں نظم نمودہ غریبؔ
گشت بنظارہ اش جان جہانے فدا

خواہش سالش نمود ہمتِ محزوں زعقل
گفت دل وجاں غریب ہست فریب النسا

۱۲۸۵ہجری

تاریخ کتاب طبع زاد لالہ لال بہادر خلف لالہ مانک چند صاحب

خوش نظمِ غریبؔ دل فریب است
شد طبعِ عجیب داستاں خوب

سالِ او جست چوں بہادر
گفتا ہاتف چہ خوب و مرغوب

۱۸۷۰ء

تاریخ طبع زاد شاعر جادو بیان منشی شنکر دیال متخلص بہ فرحتؔ

پڑھا جس نے اسے بے ساختہ خوش ہو کے بول اٹھا
چھبیلی کی حکایت عمدہ و زیبا رنگیلی ہے

سنِ تاریخ ہجری کی جو تجھ کو فکر ہے فرحتؔ
رقم کر یہ عروسِ مثنوی نادر چھبیلی ہے

۱۲۸۷ ہجری

تاریخِ طبعِ کتاب از شاعر ذی استعداد لالہ رام پرشاد صاحب عاقلؔ

نسخہ یہ چھپا ہے عمدہ و صاف — ہے اہلِ نظر کو عالمِ غش
عاقلؔ نے لکھا یہ سالِ تاریخ — نسخہ چھاپا نفیس و دل کش

۱۲۸۷ ہجری

تمت

تاریخ تصنیفِ مناجات شاعرِ ذی شعور لالہ جوگل کشور متخلص بہ ظہورؔ

چہ نادر مناجات کردہ بیاں — ظہورِ نکو شاعرِ نکتہ داں
چو گردید مشہور در خاص و عام — شدند از دل و جاں ہمہ مدح خواں
پئے سالِ او فکر کردہ غریبؔ — ندا آمد از آسماں ناگہاں
بگو سالِ او از سرِ انبساط — کشایندۂ مشکلاتِ زماں

۱۲۸۰ ہجری

تاریخ بنائے مندر بھوانی جی جناب فیض مآب کرشن راؤ صاحب انتؔ صوبہ دار بجرنگ گڈھ

رئیس صاحبِ دولت کرشن راؤ انت — کہ ہست صوبۂ بجرنگ گڈھ بفرمانش
بنا نمود چہ خوش آستھان دیبی جی — کہ شد پرستشِ درگا بحسن ایمانش
غریب کرد چناں سالِ عیسوی تحریر
کہ خوش نصیب بھوانی شدہ نگہبانش

۱۸۶۹ء

ایضاً

بنا نمودِ رئیسِ کرشن راؤ انت — عجیب چشمۂ شیریں چہ خوش نما تالاب
غریب عیسوی سالش زحرفِ معجم گفت — جہاں ز چشمۂ فیضش بشد بدل سیراب

۱۸۶۹ء

تاریخ بنائے شیوالہ لالہ جگناتھ صاحب خلف راجہ کانتی پرشاد مصور واقع تماکو منڈی

نمودہ چوں بنا لالہ جگناتھ — شِوالہ در تماکو منڈی خوب
نصب کردہ در و مورت مہادیو — چہ مورت نادر و زیبا خوش اسلوب
سنِ سالش غریب از حرف منقوط — نوشتہ از دلِ رام ایں چنیں خوب
مبارک جشن پرتشٹھا باد باد
بنا شد ایں عجب استھان مرغوب

۱۸۷۰ء

فرہنگ

بھانور: ہندوؤں میں شادی کے وقت دولھا دلھن کا آگ کے گرد پھیرا، پھیرے۔ (اردو لغت)

بھوڑ: وہ روپیہ جو دلہن بیاہ لانے کے وقت ہندو لوگ خیرات کرتے ہیں۔ (امیر اللغات، جلد سوم، تدوین: ڈاکٹر رؤف پاریکھ، لاہور، ۲۰۱۰ء)

پٹارا: ایک قسم کی آتش بازی۔ (اردو لغت)

تپک: کسی پھوڑے پھنسی یا زخم وغیرہ میں رہ رہ کر جلن اور تڑپ کی کیفیت، ٹیس (مجازاً) اضطراب۔ (اردو لغت)

تیل: شادی سے پہلے کی ایک رسم جس میں دولھا اور دلھن کو ہلدی اور دوب ملا ہوا تیل لگایا جاتا ہے۔ (سنکشپت شبد ساگر)

جن واسا: (ہندو) دلھن کے یہاں کی وہ جگہ جہاں دولھا اور براتیوں کو ٹھہراتے ہیں۔ (اردو لغت)

دروازے کا چار: (دوآر چار کا ترجمہ، چار = آچار بمعنی رسم) بیاہ کا وہ کرتیہ [رسم] جس میں کنیا والے کے دوآر [دروازے] پر بارات کے ساتھ ور [دولھا] کے سواگت کے لیے پوجن کیے جاتے ہیں۔ (سنکشپت ہندی شبد ساگر)

دستی: مشعل۔ (اردو لغت)

ڈہنکنا: (درندوں کا) زور کی آواز نکالنا، غرانا۔ (اردو لغت)

دہینڑی: دہی جمانے کی ہنڈیا، وہ برتن جس میں دودھ جمائیں یا دہی رکھیں، دہینڈی۔ (اردو لغت)

دھگڑ: فاحشہ عورت کا یار، آشنا، بدمعاش، بدکردار۔ (اردو لغت)

گور: گوری شنکر اور پاربتی جی کی پوجا۔

مانیاں: (از مانجھا) شادی کی ایک رسم جس میں بیاہ سے کچھ دن پیش تر دولھا اور دلھن کو زرد کپڑے پہنا کر گھر میں بٹھا دیتے ہیں۔ (فرہنگِ آصفیہ)

مور: (= مورا) بیاہ کے سمے [وقت] کا ایک شِر و بھوشن [زیور] جو تاڑ پتر یا کھکھڑی سے بنایا جاتا ہے۔ (سنکشپت ہندی شبد ساگر)

اس فرہنگ کی تیاری میں درج ذیل لغات سے مدد لی گئی ہے:

۱۔ اردو لغت (تاریخی اصول پر) کراچی، اردو لغت بورڈ، ۲۲ جلدیں، ۱۹۷۷ء تا ۲۰۱۰ء۔

۲۔ فرہنگِ آصفیہ مرتبہ، سیّد احمد دہلوی۔

۳۔ سنکشپت ہندی شبد ساگر، مرتبہ رام چندر ورما، ناگری پرچارنی سبھا، کاشی ۱۹۶۸ء

۴۔ امیر اللغات، جلد سوم، مولفہ امیر مینائی، تدوین: ڈاکٹر رؤف پاریکھ، لاہور: پنجاب یونی ورسٹی، ۲۰۱۰ء

❁❁